آفندی کے قصے

آفندی کے قصے

نذر قارئین

نصرالدین آفندی کا کردار اردو قارئین کے لیے اجنبی نہیں۔ آفندی وہی ہے جو برِصغیر پاک و ہند میں ملانصرالدین کے نام سے مشہور ہیں۔

نصرالدین آفندی کے قصے صدیوں سے وسط ایشیا، مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ میں اور چین، خصوصاً سنکیانگ جہاں مسلمان ویغور قومیت آباد ہے، زبان زدِعام ہیں۔

آفندی چینیوں میں ایک ایسی مسلمان شخصیت کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں جن کے چہرے پر لمبی داڑھی ہے اور وہ اپنے مریل گدھے پر سوار جگہ جگہ گھومتے پھرتے ہیں اور اپنی انوکھی سوجھ بوجھ، دانائی اور تدبیر سے حق و انصاف کا جھنڈا بلند کرتے ہیں۔

آفندی کے قصے چین میں بہت مقبول ہیں۔ حالیہ برسوں میں آفندی کے نام سے ایک رنگین فلم بھی بنائی گئی۔ کچھ چینی اخبارات آفندی کے عنوان سے مخصوص مستقل کالموں میں معاشرے کی برائیوں کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہیں۔ یوں آفندی کے قصوں میں نئی جان پڑ گئی ہے۔

زیرِنظر کتاب میں نصرالدین آفندی کے ۷۷ منتخب قصے شامل ہیں۔

فہرست

شاہی لبادہ
ایک ٹانگ والا ہنس
''میں تو صرف اپنی منزل گزار رہا ہوں!''
عفریت
کنجوس سوداگر
سچی باتیں
سچے دوست کی پہچان
بادشاہ کا مشیر
بھیڑیے سے کم نہیں
بکری نہ کھانے والا بھیڑیا
بادشاہ کی قیمت
چار ٹانگیں
پیسہ اور عدل
اُلو کی بات
جنت یا دوزخ
سونے کی فصل
عقل بھرا دماغ
کسی بھی دن آیئے
خربوزوں کے دام
کام کی باتیں
حکم کی تعمیل
زمین کا مرکز کہاں ہے

جنازے میں شرکت
انصاف
پیاسی جیب
سبق
گدھوں کا حاکم
جان پیاری یا پیسہ
پیٹھ دکھانا
ولی عہد
خالی برتن
مجسٹریٹ اور کتا
بچہ دینے والی دیگچی
خوشی کا دن
اندر کے چور
چاندنی اور کنویں کا پانی
بہترین عبادت
مردہ
لباس کی عزت
سب سے سریلی آواز
کیسے پتا چلا؟
خدا کا پیغام
آپ سے دو دن پہلے مروں گا
''داناؤں'' کا سوال
تدبیر کی تھیلی
دعا
دم کٹا گھوڑا

چوروں سے پردہ
طاقتور کون؟
آنکھ کی دوا سے پیٹ کا علاج
صافے کی طاقت
اندھا افسر
پیٹو
دو گدھوں کا بوجھ
آفندی کی تیر اندازی
ہزار بار دعا
ابلے ہوئے انڈے اور چوزے
واحد علاج
شوربے کے شوربے کا شوربا
دستخط
آنکھوں کی بھوک
کچھ نہیں آتا!
ذہین نوکر
حصہ
پہلوان کی طاقت
منافقت
دعا اور بددعا
احمق بادشاہ
بادشاہ کا چہرہ
زہر کا پیالہ
طاقت کا معاوضہ
جنت یا جہنم؟

کھڑکی میں سر
انوکھا نسخہ
لیجیے اور دیجیے کا فرق

شاہی لبادہ

ایک دن بادشاہ نے بڑی شاندار ضیافت دی جس میں بڑے بڑے امرا، رؤسا اور حکام مدعو تھے۔ اس موقع پر بادشاہ نے آفندی کو بھی بلایا۔ دعوت کے بعد بادشاہ نے ہر مہمان کو قیمتی لباس تحفے میں دیا لیکن آفندی کو ٹاٹ کا ٹکڑا تھما دیا جو گدھے کی پیٹھ پر رکھا جاتا تھا۔ آفندی نے بڑے ادب سے بادشاہ کے ہاتھ سے ٹاٹ لیا، کئی بار جھک کر شکریہ ادا کیا اور پھر تمام مہمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا:

''حضرات، بادشاہ سلامت نے آپ لوگوں کو جو ریشم و کمخواب کے لبادے عطا فرمائے وہ سب بازار میں مل جاتے ہیں۔ مگر ذرا غور فرمایئے، بادشاہ سلامت میری کتنی عزت کرتے ہیں! اُنھوں نے مجھے اپنا شاہی لباس عطا فرمایا ہے!''

ایک ٹانگ والا ہنس

ایک دفعہ آفندی کو ایک ہنس مل گیا۔ اُنھوں نے سوچا کیوں نا یہ ہنس بادشاہ کو تحفے میں پیش کردوں۔ لہٰذا شاہی محل کی طرف چل دیے۔ راستے میں اُنھیں بھوک لگی تو سڑک کے کنارے بیٹھ کر ہنس کی ایک ٹانگ کاٹی اور بھون کر چٹ کر گئے۔

محل میں پہنچ کر اُنھوں نے ہنس بڑے ادب سے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ نے ہنس کو اُلٹ پلٹ کر غور سے دیکھنے کے بعد پوچھا:

''آفندی، تمہارے ہنس کی صرف ایک ہی ٹانگ کیوں ہے۔''

آفندی نے سوچا بھی نہ تھا کہ بادشاہ ہنس کو اتنے غور سے دیکھے گا۔ لہٰذا لاجواب سے ہوگئے۔ اِسی اثنا میں اُن کی نظر باغ کی طرف چلی گئی جہاں کچھ ہنس ایک ٹانگ سکیڑ کر ایک ایک ٹانگ پر کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر اُنھیں اچانک ایک خیال آ گیا اور ہنسوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے:

''عالیجاہ، قدرت نے ہنس کو ایک ہی ٹانگ دی ہے، دو نہیں۔ آپ ذرا اپنے باغ میں کھڑے ہنسوں کو تو دیکھیے۔''

بادشاہ نے ادھر دیکھ کر خادمون کو حکم دیا کہ ڈنڈے مار کر ہنسوں کو بھگا دیں۔ بیچارے ہنس ڈنڈے

سے بچنے کے لیے دونوں ٹانگوں پر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے تو بادشاہ نے چٹکی لی:

''آفندی، کیا اِن میں سے ایک بھی ایسا ہنس ہے جس کی صرف ایک ٹانگ ہو؟''

''آپ کا کہنا بجا ہے، حضور!'' آفندی نے اطمینان سے جواب دیا، ''ہنس تو ہنس رہے، اتنا بڑا ڈنڈا لے کر کوئی آپ کے پیچھے دوڑتا، تو آپ کی دو ٹانگیں بھی چار ہو جاتیں اور آپ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے۔''

''میں تو صرف اپنی منزل گرا رہا ہوں!''

آفندی نے ایک سوداگر سے طلائی سکے قرض لیے اور سخت محنت سے دو منزلہ مکان بنایا۔ مکان بہت خوب صورت تھا۔ آفندی ابھی نئے مکان میں منتقل نہ ہوئے تھے کہ سوداگر بالائی منزل پر قبضہ جمانے کی نیت سے کہنے لگا، ''آفندی، تم مکان کی بالائی منزل مجھے دے دو تو قرضہ بے باق، نہیں تو سارے پیسے ابھی ادا کرو۔''

''مجھے منظور ہے۔'' آفندی فوراً رضامند ہو گئے، ''میں تو خود اس سوچ میں تھا کہ آپ کا قرضہ کیسے چکاؤں گا۔ اچھا ہوا، آپ نے میری مشکل آسان کر دی۔''

سوداگر مزے سے بالائی منزل پر رہنے لگا۔ کچھ دن بعد آفندی نے سات آٹھ پڑوسیوں کو بلایا اور سب کدالیں لے کر مکان کی دیوار توڑنے لگے۔ کدالیں چلنے کی آواز سن کر سوداگر بہت گھبرایا اور جب نیچے اتر کر سارا ماجرا دیکھا تو چیخ اُٹھا:

''آفندی، تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟ نیا مکان کیوں گرا رہے ہو؟''

''تمھارا اس سے کیا تعلق؟ تم اطمینان سے بالائی منزل میں بیٹھے رہو'' آفندی نے دیوار پر کدال چلاتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا کہا؟ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں؟'' سوداگر غصے سے جھلا اُٹھا، ''ہم بالائی منزل پر رہتے ہیں۔ اگر مکان گر گیا تو ہمارا کیا بنے گا؟''

''میں کیا جانوں؟'' آفندی نے کہا، ''میں تو صرف اپنی منزل گرا رہا ہوں۔ تم اپنی منزل کا خیال رکھو۔ کہیں وہ گر گئی، تو ہم نیچے دب جائیں گے!'' یہ کہہ کر اُنھوں نے پھر کدال اُٹھالی۔

سوداگر زچ ہو گیا اور بڑے نرم لہجے میں بولا:

''پیارے بھائی، میں التجا کرتا ہوں کہ پرانی دوستی کا خیال کرتے ہوئے نچلی منزل بھی میرے ہاتھ بیچ

دو۔ کہو، منظور ہے؟''

''منظور تو ہے مگر تمہیں دو سو طلائی سکے اور دینے ہوں گے۔'' آفندی نے جواب دیا۔

یہ سن کر سوداگر کے چھکے چھوٹ گئے۔

''دو سو طلائی سکے، بالکل پکے۔ اگر ایک سکہ بھی کم ہوا، تو مکان ہرگز نہیں بیچوں گا اور اِسے گرا کر ہی دم لوں گا۔'' آفندی نے پھر کدال اُٹھالی۔

''اچھا بابا، مجھے منظور ہے۔''

اور سوداگر نے مجبوراً مکان خرید لیا۔

عفریت

ایک دفعہ بازار میں ایک ٹھیکیدار نے آفندی سے پوچھا:

''سنا ہے کہ تم اکثر عفریتوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہو۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ عفریت کی شکل صورت کیسی ہوتی ہے؟''

آفندی نے جواب دیا:

''کیوں نہیں؟ آئینے میں اپنی صورت دیکھ لو۔''

کنجوس سوداگر

ایک سوداگر بہت کنجوس تھا۔ ایک بار اُس نے آفندی کو کھانے پر بلایا۔ سوداگر نے اپنا پیالہ تو تازہ دودھ سے لبالب بھرا لیکن آفندی کو آدھے پیالے سے بھی کم دودھ دے کر اصرار کرنے لگا:

''لو بھائی، دودھ پیو! تمہاری خاطر تواضع کے لیے میرے پاس کوئی اچھی چیز تو ہے نہیں۔ پیالہ بھر دودھ ضرور پی لو۔''

''جناب، ذرا ایک آری تو دیجیے،'' آفندی نے کہا۔

سوداگر آفندی کی بات نہ سمجھ پایا اور پوچھا، ''آری کا کیا کرو گے؟''

''بات یہ ہے،'' آفندی نے اپنے پیالے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ''اس پیالے کا بالائی

حصہ بالکل فالتو ہے، اس لیے چاہتا ہوں پہلے اسے آری سے کاٹ دوں!''

سچی باتیں

ایک مرتبہ بادشاہ اپنی رعایا کا حال معلوم کرنے کے ارادے سے آفندی کے گھر آیا اور کہا:

''آفندی، مابدولت تمہاری زمین دیکھنا چاہتے ہیں!''

''میری ساری زمین جاگیرداروں کے قبضے میں ہے۔'' آفندی نے جواب دیا۔

''تمہارا اناج کہاں ہے؟''

''سارا اناج آپ کے محل میں پہنچا چکا ہوں۔''

''تمہارے مکان کی چھت کہاں گئی؟''

''اُسے ساہوکار اُٹھالے گیا۔''

''تمہارے گھر کا سامان کدھر ہے؟''

''قاضی کے ہاں۔''

''تمہارا بیٹا کہاں ہے؟''

''حاکم کے ظلم کا شکار ہو کر مر گیا۔''

''اور تمہاری بیوی؟''

''اس ڈر سے کہ کہیں عالیجاہ کی نظر نہ پڑ جائے، میں نے اُسے چھپا دیا ہے۔''

''تمہاری ہر بات جھوٹی ہے، آفندی! آخر تمہیں ہمارے ساتھ جھوٹ بولنے کی جرأت کیسے ہوئی؟''

آفندی نے جواب دیا، ''اگر میں جھوٹ بولتا، تو حضور شاید اتنے آگ بگولا نہ ہوتے!''

سچے دوست کی پہچان

آفندی قاضی بن گئے تو بہت سے لوگ بڑھ چڑھ کر اُن کی دوستی کا دم بھرنے لگے۔ کسی نے اُن سے کہا:

''کمال ہو گیا، آفندی! اب تو تمہارے دوستوں کا کوئی شمار نہیں رہا!''

آفندی نے جواب دیا:

’’میرے کتنے دوست ہیں، یہ اب بتانا مشکل ہے،لیکن سچے دوست کتنے ہیں، اس کا پتا صرف اُس وقت چلے گا جب میں قاضی نہیں رہوں گا۔‘‘

بادشاہ کا مشیر

ایک دن کسی وزیر نے بادشاہ کے سامنے آفندی کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

’’جہاں پناہ، آفندی بڑا عالم فاضل ہے۔ وہ نہ صرف بحث مباحثہ کرنے میں ماہر ہے، بلکہ بے انتہا سوجھ بوجھ بھی رکھتا ہے۔ آپ اُسے اپنا مشیر کیوں نہیں رکھ لیتے؟‘‘

’’ٹھیک ہے!‘‘ بادشاہ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور آفندی کو بلوا بھیجا۔

’’آفندی،‘‘ بادشاہ نے پوچھا۔’’مابدولت کی آرزو ہے کہ رعایا خوش حال ہو جائے۔ بتاؤ، اس کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟‘‘

’’عالیجاہ، آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر سوال صرف اتنا ہے کہ آپ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟‘‘ آفندی نے بڑی متانت سے جواب دیا،’’اگر آپ وہ تمام اناج اور پیسہ لوگوں کو واپس کر دیں جو آپ کے حکم پر جبراً وصول کیا جاتا ہے تو رعایا جلد ہی خوش حال ہو جائے گی۔‘‘

بھیڑیے سے کم نہیں

ایک حاکم بکری کو بھیڑیے سے بچا کر اپنے گھر لے آیا۔ اور گھر پہنچتے ہی بکری کو ذبح کرنے کے لیے چھرا نکال لیا۔ بکری زور زور سے ممیانے لگی۔

آفندی پڑوس ہی میں رہتے تھے۔ وہ بکری کی ممیاہٹ سن کر حاکم کے دروازے پر آئے تو حاکم کہنے لگا:

’’اس بکری کو میں نے ابھی ابھی بھیڑیے کے جبڑوں سے بچایا ہے۔‘‘

’’لیکن یہ آپ کو ڈانٹ کیوں رہی ہے؟‘‘

’’ڈانٹ کہاں رہی ہے؟‘‘

’’کیوں نہیں ڈانٹ رہی؟ کہہ رہی ہے۔ تم بھی بھیڑیے سے کم نہیں ہو!‘‘

بکری نہ کھانے والا بھیڑیا

ایک بوڑھے چرواہے نے آفندی سے کہا:

''آفندی بھائی، بھیڑ بکریاں پالتے میری عمر بیت گئی۔ اور اس عرصے میں میری نہ جانے کتنی بھیڑ بکریوں کو بھیڑیے چٹ کر گئے۔ کیا اس دنیا میں کوئی ایسا بھیڑیا بھی ہے جو بکریاں نہ کھاتا ہو؟''

''کیوں نہیں؟ ضرور ہے!'' آفندی نے جواب دیا۔

''وہ کیسا بھیڑیا ہوتا ہے؟''

''جو مر چکا ہو!''

بادشاہ کی قیمت

ایک دن، بادشاہ اور آفندی غسل کر رہے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا:

''آفندی اگر مجھے بازار میں ایک غلام کے طور پر بیچا جائے تو کیا قیمت لگے گی؟''

''زیادہ سے زیادہ دس طلائی سکے!'' آفندی نے جواب دیا۔

بادشاہ غصے سے تلملا اُٹھا، ''تم بکواس کر رہے ہو۔ دوسری چیزوں کو تو چھوڑو، میرے صرف اس کڑھے ہوئے گلوبند کی قیمت ہی دس طلائی سکوں سے کم نہیں!''

''بالکل ٹھیک، میرے عاقل بادشاہ!'' آفندی گلوبند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے، ''میں نے دس طلائی سکے اسی گلوبند کی قیمت بتائی ہے!''

چار ٹانگیں

ایک بار آفندی کی آنکھیں دکھنے آ گئیں اور ہر چیز دھندلی دکھائی دینے لگی۔ اس پر بادشاہ نے مذاق اُڑاتے ہوئے کہا:

''آفندی، سنا ہے اب تمہیں ایک کے دو دو نظر آتے ہیں۔ اب تک تمہارے پاس صرف ایک ہی

گدھا تھا، لیکن اب دو ہو گئے۔ تم سچ مچ بہت مالدار ہو گئے ہو! ہاہاہا......''

''بالکل درست فرمایا، جہاں پناہ!'' آفندی نے جواب دیا، ''اب تو مجھے آپ کی بھی چار ٹانگیں نظر آتی ہیں!''

پیسہ اور عدل

ایک دن بادشاہ نے آفندی سے پوچھا:

''آفندی، اگر تمہیں پیسے اور عدل میں سے کسی ایک کو چننا پڑے، تو کسے چنو گے؟''

''پیسہ۔''

''کیوں؟'' بادشاہ نے جرح کی، ''کوئی مجھ سے پوچھے، تو میں ضرور عدل چنوں، پیسہ نہیں۔ پیسہ تو آسانی سے ہاتھ آ جاتا ہے، لیکن عدل مشکل سے ملتا ہے۔''

''آدمی اُسی چیز کو پانے کی خواہش رکھتا ہے جہاں پناہ، جو اُس کے پاس نہ ہو!'' آفندی نے جواب دیا۔

اُلو کی بات

آفندی نے دوستوں کے سامنے بڑ ہانکی، ''میں پرندوں کی بولیاں بھی سمجھ لیتا ہوں۔''

بات ہوتے ہوتے بادشاہ کے کانوں تک جا پہنچی۔ ایک دن بادشاہ نے آفندی کو ساتھ لیا اور شکار پر نکل گیا۔ چلتے چلتے وہ ایک کھنڈر میں پہنچے جہاں اُلو بول رہا تھا۔ بادشاہ نے آفندی سے پوچھا، ''یہ اُلو کیا کہہ رہا ہے؟''

''عالیجاہ، اُلو کہہ رہا ہے کہ اگر بادشاہ اپنی رعایا پر ظلم و ستم کرتا رہا تو ایک دن اُس کی سلطنت بھی اس کھنڈر کی طرح برباد ہو جائے گی۔'' آفندی نے جواب دیا۔

جنت یا دوزخ

ایک دن بادشاہ اور آفندی گپ شپ کر رہے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا:

’’کیا خیال ہے، آفندی؟ میں مرنے کے بعد جنت میں جاؤں گا یا دوزخ میں؟‘‘

’’حضور یقیناً دوزخ میں جائیں گے۔ یہ میں پہلے ہی جان چکا ہوں!‘‘ آفندی نے جواب دیا۔

یہ سُن کر بادشاہ کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا اور آفندی کو برا بھلا کہنے لگا۔

’’غصہ مت کیجیے، حضور۔ پہلے میری بات تو سُن لیجیے!‘‘ آفندی بولے، ’’چونکہ آپ نے بہت سے جنتی لوگوں کو قتل کیا ہے، اس لیے ساری جنت ان لوگوں سے بھری پڑی ہوگی اور آپ کو وہاں کوئی جگہ نہیں ملے گی!‘‘

سونے کی فصل

آفندی نے کسی سے سونے کے کچھ ٹکڑے مستعار لیے۔ وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر ساحل سمندر پر پہنچے اور وہاں بڑی سنجیدگی سے چھلنی میں سونے کے ٹکڑے چھاننے لگے۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ بادشاہ شکار کھیلتا ہوا ادھر سے گزرا۔ اُسے آفندی کی یہ حرکت بڑی عجیب سی لگی اور پوچھ بیٹھا:

’’آفندی، یہ کیا کر رہے ہو؟‘‘

’’جہاں پناہ، سونا بو رہا ہوں۔‘‘

یہ سُن کر بادشاہ کی حیرت دوچند ہوگئی۔

’’میرے دانا آفندی، یہ تو بتاؤ، سونا بونے سے تمھیں کیا فائدہ ہوگا؟‘‘

’’ارے، عالیجاہ کو یہ بھی نہیں معلوم؟‘‘ آفندی نے جواب دیا، آج سونا بو رہا ہوں اور جمعہ کو فصل کاٹ لوں گا۔ پہلی فصل میں کم سے کم دس چھٹانک سونا ضرور نکلے گا۔‘‘

یہ سنتے ہی بادشاہ کی رال ٹپکنے لگی اور دل ہی دل میں سوچا کہ کیوں نہ اس فائدہ مند کاروبار میں وہ بھی ساجھے دار بن جائے۔ چنانچہ اُس نے مسکرا کر آفندی سے کہا:

’’آفندی بھائی، تم اتنا کم سونا بو کر امیر کیسے بن سکتے ہو؟ اگر سونا ہی بونا ہے، تو میرے محل سے لے آؤ۔ جتنا چاہو، لے آؤ۔ اب میں تمہارا ساجھے دار بن گیا ہوں۔ فصل میں سے اسی فیصد حصہ مجھے دے دینا۔ بولو، منظور ہے؟‘‘

’’مجھے آپ کی شرط منظور ہے، جہاں پناہ!‘‘

دوسرے دن، آفندی محل سے ایک سیر سونا لائے اور ایک ہفتے بعد بادشاہ کو پانچ سیر سونا لوٹا دیا۔ چمکتا سونا دیکھ کر بادشاہ کا دل باغ باغ ہو گیا اور فوراً افسروں کو حکم دیا کہ شاہی خزانے کا سارا سونا بونے کے لیے آفندی کو

دے دیں۔

گھر آ کر آفندی نے سارا سونا غریبوں میں بانٹ دیا اور ایک ہفتے بعد منہ لٹکائے خالی ہاتھ بادشاہ کے پاس جا پہنچے۔ آفندی کو دیکھتے ہی بادشاہ خوشی سے اچھل پڑا اور بولا:

''تم آ گئے، آفندی! لیکن سونا لانے والی گاڑیاں کہاں ہیں؟''

''عالیجاہ، کیا بتاؤں؟ میں بالکل دیوالیا ہو گیا! میرے نصیب پھوٹ گئے'' آفندی سر پکڑ کر دھائی دینے لگے، ''اس دوران ایک بوند پانی بھی نہیں پڑا اور سونے کی ساری فصل کو سوکھا مار گیا۔ فصل تو دور رہی، سوکھے کی وجہ سے بیج بھی جل گئے!''

آفندی کی بات سُن کر بادشاہ غصے سے پاگل ہو اُٹھا اور گرجدار آواز میں بولا:

''تم سفید جھوٹ بول رہے ہو، آفندی! کہیں سونا بھی سوکھ سکتا ہے؟ تم مجھے دھوکا دینا چاہتے ہو!''

''آپ غصے میں کیوں آ رہے ہیں، جہاں پناہ؟'' آفندی نے جواب دیا، ''اگر آپ کو اس بات پر یقین نہیں کہ سونے کو سوکھا مار سکتا ہے، تو اس بات پر کیسے یقین کر لیا کہ سونا زمین میں بویا بھی جا سکتا ہے اور فصل بھی کاٹی جا سکتی ہے؟''

بادشاہ لاجواب ہو کر بغلیں جھانکنے لگا۔

عقل بھرا دماغ

گاؤں میں ایک نیا قاضی آیا۔ کسی نے آفندی کے سامنے اُس کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

''سُنا ہے تم نے؟ نئے قاضی کو پورا قرآن شریف حفظ ہے۔ اُس کے دماغ میں عقل ہی عقل بھری ہے۔''

''ہاں، یہ ممکن ہے،'' آفندی نے جواب دیا، ''چونکہ قاضی کو عقل استعمال ہی نہیں کرنی پڑتی، اس لیے وہ ہمیشہ اس کے دماغ میں بھری رہتی ہے۔''

کسی بھی دن آیئے

آفندی نے گاؤں میں رنگ ریزی کی دکان کھولی اور گاؤں والوں کے کپڑے رنگنے شروع کر دیے۔ لوگ اُن کی کاریگری کی تعریفیں کرنے لگے تو ایک سوداگر حسد سے جل بھُن گیا۔ آخر کچھ سوچ کر وہ کپڑے کا ایک

ٹکڑا لیے آفندی کی دکان پر آیا اور کہا:

''آفندی، ذرا یہ کپڑا تو رنگ دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کیسے کاریگر ہو۔''

''جناب، آپ کو کون سا رنگ پسند ہے؟''

''رنگ؟ رنگ کے بارے میں میری کوئی خاص پسند نہیں۔ بہر حال مجھے سفید، سرخ، زرد، سبز، نیلا، کالا، اور بیگنی رنگ قطعی اچھا نہیں لگتا۔ سمجھ گئے!''

''سمجھ گیا، بالکل سمجھ گیا!'' سوداگر کا یہ انداز دیکھ کر آفندی نے دل میں کچھ سوچا اور کپڑا لیتے ہوئے کہا، ''جناب، اسے آپ کے من پسند رنگ میں رنگوں گا۔''

''اچھا، تو لینے کب آؤں'' سوداگر نے پوچھا۔

آفندی نے کپڑا الماری میں رکھ کر تالا لگایا اور جواب دیا، ''آپ پیر، منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ اور اتوار چھوڑ کر کسی بھی دن آ جائیں!''

خربوزوں کے دام

ایک بار سردیوں میں آفندی نے ایک حرارت خانہ بنایا اور اس میں خربوزے بو دیے۔ جب خربوزے پک گئے، تو آفندی زیادہ دام پانے کے خیال سے کچھ اچھے خربوزے چن کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے خربوزے رکھ لیے اور آفندی کی تعریف کرتے ہوئے تین بار ''بہت اچھا'' کہا، لیکن پیسہ ایک نہ دیا۔

آفندی خالی ہاتھ محل سے نکلے تو پیٹ میں چوہے ناچ رہے تھے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد وہ ایک سرائے میں گئے۔ اُنھوں نے بیس کلچے کھا کر بلند آواز میں تین بار ''بہت اچھا'' کہا اور اُٹھ کر باہر کو چل دیے۔

''پیسے تو دیتے جاؤ!'' سرائے کے مالک نے چلا کر کہا۔

''کیا کہا؟ ابھی ابھی میں نے پیسے ادا نہیں کیے کیا؟'' آفندی نے تعجب آمیز لہجے میں جواب دیا۔

سرائے کا مالک اُنھیں پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گیا۔ جب بادشاہ نے سنا کہ آفندی نے پیسے دیے بغیر کلچے کھائے ہیں، تو بہت ناراض ہوا۔

''آفندی، تم نے پیسے دیے بغیر کلچے کیوں کھائے؟''

''عالیجاہ، میں نے کوئی غلطی نہیں کی،'' آفندی نے جواباً کہا، ''سرائے کا مالک بہت لالچی ہے۔ میں نے اُس کے ہاں سے صرف بیس کلچے کھائے، اور آپ نے میرے خربوزے خریدنے کے بعد جو تین 'بہت اچھا'

دیے تھے وہ سب میں نے اسے دے دیے۔ پھر بھی یہ مزید پیسے مانگ رہا ہے!''

یہ سن کر بادشاہ چپکا ہو رہا۔

کام کی باتیں

ایک دن آفندی کو کچھ مزدوری کرنے کی سوجھی۔ اُنہوں نے ایک رسی لی اور بازار میں مزدوروں کے اڈے پر جا کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک شخص آیا اور بولا ''میرے پاس پرچ پیالوں سے بھری ہوئی ایک پیٹی ہے۔ جو کوئی اُٹھا کر میرے گھر پہنچائے گا، اُسے تین بڑی کام کی باتیں بتاؤں گا۔''

یہ سُن کر سارے مزدور برے برے منہ بنانے لگے، لیکن آفندی نے سوچا کہ پیسے تو کسی وقت بھی کمائے جا سکتے ہیں مگر کام کی باتیں کبھی کبھار ہی سننے میں آتی ہیں۔ چلو اس سے کام کی باتیں سنتے ہیں۔ یوں علم میں کچھ اضافہ ہوگا۔ اور یہ سوچتے ہی پیٹی اُٹھا کر اُس شخص کے ہمراہ ہو لیے۔

کچھ دور جا کر آفندی نے پیٹی کے مالک سے کہا، میاں وہ کام کی باتیں تو بتاؤ''

اس پر وہ شخص بولا ''پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی تم سے کہے کہ کھانے کی بجائے بھوکے پیٹ رہنا اچھا ہے تو اس کی بات کا یقین مت کرو۔''

''واہ! یہ تو بڑے کام کی بات ہے!'' آفندی نے اس کی تائید کی۔ تھوڑی دور جا کر آفندی نے پوچھا، ''اور دوسری کام کی بات؟''

دوسری کام کی بات یہ ہے کہ گھوڑے پر سواری کی بجائے پیدل چلنا بہتر ہے تو اس کی بات کا یقین مت کرو۔''

''واہ واہ! یہ تو اور بھی اچھی بات کہی آپ نے۔'' آفندی نے خوش ہو کر کہا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد آفندی نے تیسری اچھی بات پوچھی۔

''اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ دنیا میں تم سے بڑا احمق مزدور بھی موجود ہے، تو اُس کی بات پر بالکل یقین مت کرنا۔''

پیٹی کے مالک نے ابھی بات ختم نہیں کی تھی کہ آفندی نے رسی چھوڑ دی اور بولے:

''اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ اس پیٹی میں رکھے ہوئے پرچ پیالے صحیح سلامت ہیں تو اس کی بات کا

بالکل یقین مت کرنا۔''

حکم کی تعمیل

آفندی بچپن میں گاؤں کے ایک سوداگر کے ہاں آنگن صاف کیا کرتے تھے۔سوداگر اُنہیں سال کے آخر میں تنخواہ دیتا تھا اور اکثر تنخواہ کاٹنے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا تھا۔ایک دفعہ جب سال کا آخری دن آیا تو سوداگر نے صبح سویرے آفندی کو بلا کر حکم دیا:

''نصرالدین، آج تم آنگن صاف کرتے وقت ایک بوند پانی نہیں چھڑکو گے۔لیکن صفائی کے بعد آنگن گیلا گیلا رکھنا چاہیے۔اگر تم ایسا نہ کر پائے، تو تمہاری اس سال کی پوری تنخواہ کٹ جائے گی اور اگلے سال میرے ہاں کام بھی نہیں ملے گا!'' یہ کہہ کر وہ نئے سال کے لیے کچھ ضروری چیزیں خریدنے شہر چلا گیا۔

آفندی نے خاموشی سے آنگن صاف کیا، پھر گودام سے تیل کی تونبیاں لا کر سارا تیل آنگن میں چھڑکا اور تنخواہ لینے کے لیے زینے پر بیٹھ کر سوداگر کا انتظار کرنے لگے۔

شام کو سوداگر شہر سے واپس آیا تو آنگن میں تیل چھڑکا دیکھ کر چلا اُٹھا:

''اُلو کے پٹھے! میرا سارا تیل آنگن میں چھڑک دیا؟ تجھے اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی!''

''غصہ کیوں دکھا رہے ہیں، جناب؟'' آفندی نے اُٹھتے ہوئے کہا، ''کیا میں نے آپ کے آنگن میں ایک بوند پانی بھی چھڑکا ہے؟ کیا آپ کا آنگن گیلا سا نہیں لگ رہا؟ کیا میں نے آپ کے حکم کے مطابق کام نہیں کیا؟ اس سال کی تنخواہ فوراً دیجیے، اگلے سال آپ مجھے لاکھ بلائیں، پر آپ کے ہاں کام کرنے ہرگز نہ آؤں گا!''

سوداگر یہ سُن کر ششدر رہ گیا اور کان لپیٹ کر آفندی کو پوری تنخواہ دے دی۔

زمین کا مرکز کہاں ہے

بادشاہ اپنے آپ کو بہت عقل مند سمجھتا تھا اور اپنی عقلمندی کا رعب جمانے کے لیے ہمیشہ لوگوں سے طرح طرح کے مشکل سوال پوچھا کرتا تھا۔ایک بار اس نے بارہ ہزار عالموں کو بلا کر پوچھا کہ زمین کا مرکز کہاں ہے؟ ایک بھی عالم اس سوال کا جواب نہ دے پایا۔یہ دیکھ کر بادشاہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔اس نے پورے ملک

میں منادی کرادی کہ جو کوئی اس سوال کا صحیح جواب دے گا اُسے انعام دیا جائے گا، لیکن جواب غلط ہوا تو سزا ملے گی۔

بہت لوگوں نے منادی سنی، لیکن سوال کا جواب دینے کی ہمت کسی کو نہ ہوئی، مگر آفندی اپنے گدھے پر سوار ہو کر شاہی محل میں پہنچ گئے۔

آفندی اپنے گدھے کو کھینچتے ہوئے محل میں داخل ہوئے تو بادشاہ نے پوچھا:

''کیا تم جانتے ہو کہ زمین کا مرکز کہاں ہے؟''

''جی ہاں، جہاں پناہ، جانتا ہوں،'' آفندی نے جواب دیا،''زمین کا مرکز میرے گدھے کے اگلے بائیں سُم سے نیچے ہے۔''

''بالکل بکواس، میں نہیں مانتا!''

''آپ زمین کو ناپ کر دیکھ لیجیے۔ میری بات غلط ثابت ہو، تو جو جی چاہے سزا دیجیے۔''

بادشاہ خاموش ہو گیا اور سوچ بچار کے بعد ایک اور سوال کر دیا،''اچھا، تو یہ بتاؤ، آسمان پر کل کتنے ستارے ہیں؟''

''آپ کی داڑھی کے بالوں کے برابر!'' آفندی نے فوراً جواب دیا۔

''غلط، تم یہ کیسے ثابت کر سکتے ہو؟''

''میری بات سو فیصد درست ہے۔ یقین نہ ہو، تو آسمان پر جا کر خود ستارے گن لیجیے۔ اگر تعداد میں ایک کا بھی فرق نکلے، تو جو جی چاہے سزا دیجیے!''

''چلو، یہ بتاؤ کہ میری داڑھی میں کتنے بال ہیں؟ فوراً جواب دو!''

آفندی ایک ہاتھ سے اپنے گدھے کی دُم اُٹھا کر دوسرے ہاتھ سے بادشاہ کے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے:

''آپ کی داڑھی میں اُتنے ہی بال ہیں جتنے میرے گدھے کی دُم میں۔''

یہ سنتے ہی بادشاہ نے چمک کر کہا:

''بدتمیز! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟''

آفندی نے بڑے تحمل سے جواب دیا:

''عالیجاہ، پہلے اپنی داڑھی کے بال گنیں، اور پھر میرے گدھے کی دُم کے۔ تب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میری بات بالکل درست ہے۔''

یہ دلیل سُن کر بادشاہ کو چپ سی لگ گئی۔

جنازے میں شرکت

کسی نے آفندی سے پوچھا،'' آفندی، جنازے میں میت کے آگے چلنا چاہیے یا پیچھے؟''

آفندی نے سوال کرنے والے کو غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا،''اگر میت تمہاری نہیں، تو آگے یا پیچھے چلنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

انصاف

ایک دن ایک غریب آدمی آفندی کے گھر آیا اور التجا کی:

'' آفندی بھائی، کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟''

'' بے شک، دوسروں کی مدد کرنا نہ صرف میرا فرض ہے بلکہ اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔ بتاؤ، میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟'' آفندی نے کہا۔

غریب آدمی آہ بھر کر کہنے لگا،''ہم غریب لوگ کتنے بدنصیب ہیں! کل میں ایک بھٹیار خانے کے سامنے کچھ دیر کھڑا رہا تو بھٹیارے نے کہا کہ تم نے میرے کھانوں کی خوشبو سونگھی ہے، اس لیے پیسے ادا کرو۔ جب میں نے انکار کیا، تو وہ معاملہ قاضی کے پاس لے گیا۔ آج عدالت میں قاضی میرے خلاف فیصلہ دے گا۔ کیا آپ میری وکالت کر سکتے ہیں؟''

''ضرور!'' آفندی فوراً راضی ہو گئے اور اُس کے ہمراہ قاضی کے ہاں جا پہنچے۔

بھٹیارا پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا اور قاضی سے گپ لڑا رہا تھا۔

غریب آدمی کو دیکھتے ہی قاضی نے اُسے بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

''تمہیں شرم نہیں آتی! بھٹیار خانے کے کھانوں کی خوشبو سونگھنے کے بعد بھی تم پیسے دینے سے انکار کر رہے ہو! فوراً اس بھٹیارے کو پیسے ادا کرو!''

''ذرا ٹھہریے، قاضی صاحب!'' آفندی نے آگے بڑھ کر قاضی کو سلام کیا اور بڑے سبھاؤ سے کہنے لگے،''یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ ان کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ بھٹیارے کو پیسے میں ادا کروں گا۔''

آفندی نے اپنے کمر بند سے ایک چھوٹی سی تھیلی کھولی جس میں تانبے کے سکے تھے، اور بھٹیارے

کے کان کے پاس لے جا کر چھنچھناتے ہوئے پوچھا:

''میاں بھٹیارے، کیا تھیلی میں پڑے پیسوں کی چھن چھن آپ سُن رہے ہیں؟''

''ہاں، سن رہا ہوں، بالکل سُن رہا ہوں!'' بھٹیارے نے جواب دیا۔

''تو ٹھیک ہے۔ کل اِنہوں نے آپ کے پکوانوں کی خوشبو سونگھی تھی، اور آج آپ نے میرے پیسوں کی چھن چھن سُن لی۔ حساب برابر ہو گیا۔

اتنا کہہ کر آفندی اپنے غریب ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر چل دیے۔

پیاسی جیب

آفندی کہیں شادی کی تقریب میں مدعو تھے۔ دیکھا کہ ایک باراتی کھانے کے ساتھ ساتھ چیزیں جیب میں بھی ٹھونستا جا رہا ہے۔ آفندی نے چائے دانی لی اور اس کی جیب میں چائے انڈیلنی شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر باراتی غصے میں آ گیا اور بولا ''یہ کیا حرکت ہے! میری جیب نے تمہارا کیا بگاڑا جو اس میں چائے انڈیل رہے ہو؟''

''کچھ بھی نہیں! دراصل تمہاری جیب نے بڑی مزیدار چیزیں کھائی ہیں۔ میں نے سوچا اسے پیاس بھی لگ رہی ہو۔ لہٰذا چائے لے آیا۔'' آفندی نے بڑی متانت سے جواب دیا۔

سبق

گاؤں میں ایک کاہل آدمی رہتا تھا۔ ایک دن اُس نے آفندی سے کہا:

''آفندی، کل میں تمہارے گھر کھانا کھانے آؤں گا۔ بھابی سے کہہ کر کچھ اچھے اچھے کھانے پکوا رکھنا۔''

''بہت اچھا!'' آفندی نے جواب دیا۔

دوسرے دن وہ آدمی صبح سویرے ہی آفندی کے گھر آ گیا اور اندر داخل ہوتے ہی بلند آواز میں بولا:

''آفندی، کچھ پانی تو لے آؤ۔ کھانا کھانے سے پہلے ذرا ہاتھ دھولوں۔''

''آفندی پانی لے آئے اور اس کے ہاتھ دھلواتے ہوئے کہا:

''معاف کرنا بھائی، آج میں تمہیں کھانا نہیں کھلا پاؤں گا۔''

''کیوں، کیا ہو گیا؟''

''سارا سامان تو تیار ہے، لیکن ایک صرف ایک چیز نہیں مل رہی، بالکل معمولی سی چیز ہے۔''

''کیا؟''

آفندی نے ہونٹ کاہل آدمی کے کان سے لگاتے ہوئے سرگوشی کی:

''کام کرنے والے دو ہاتھ۔''

گدھوں کا حاکم

بادشاہ آفندی کو ذلیل کرنا چاہتا تھا۔ ایک دن اس نے آفندی کو شاہی محل میں بلوایا اور تمام وزیروں کے سامنے بڑی متانت سے اعلان کیا:

''آج سے ما بدولت آفندی کو دارالحکومت کے گدھوں کا حاکم مقرر کرتے ہیں۔''

یہ سُن کر تمام وزراء کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ لیکن آفندی فوراً اُٹھے، ادب سے جھک کر کورنش بجا لائے اور پھر رعب داب سے قدم اُٹھاتے بادشاہ کے تخت پر جا بیٹھے۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے!'' بادشاہ نے جھنجلا کر کہا، ''تمہیں میرے تخت پر بیٹھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ فوراً ہٹو یہاں سے!''

''شور مت کرو! کسی گدھے کو میرے سامنے ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے کی اجازت نہیں! سب کو گدھوں کے حاکم آفندی کے حکم کی تعمیل کرنی ہوگی۔''

جان پیاری یا پیسہ

ایک دن آفندی دریا کے کنارے اکیلے بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دو موٹے آدمی وہاں آئے اور جب دیکھا دریا پر پل نہیں تو آفندی سے التجا کرنے لگے:

''بھائی صاحب، ہم دونوں دارالحکومت کے سب سے بڑے سوداگر ہیں۔ ہمیں پتا چلا ہے کہ دریا کے اس پار منڈی لگی ہوئی ہے۔ ہمیں اسی وقت وہاں جا کر کچھ لین دین کرنا ہے۔ اگر آپ ہمیں اپنی پیٹھ پر بٹھا کر دریا پار کرا دیں، تو ہم آپ کو ایک ایک طلائی سکہ دیں گے۔''

آفندی نے کہا، ''اس دریا کا بہاؤ بہت تیز ہے، پانی بھی بہت گہرا ہے۔ اگر پانی مجھے یا آپ کو بہا لے

جائے،تو کیا ہوگا؟''

''کوئی بات نہیں، بھائی صاحب۔دکان دار کو پیسہ جان سے پیارا ہوتا ہے!'' ایک سوداگر نے جواب دیا۔

''اس بات کی فکر نہ کریں۔اگر ہم دریا میں بہہ بھی گئے،تو بھی آپ کو قصور وار نہیں ٹھہرائیں گے!'' دوسرے سوداگر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''تو ٹھیک ہے!'' آفندی راضی ہو گئے۔اُنہوں نے ایک سوداگر کو دریا کے اُس پار پہنچا دیا اور اس سے ایک طلائی سکہ لے لیا۔مگر جب دوسرے سوداگر کو پیٹھ پر اُٹھا کر منجدھار میں پہنچے،تو جان بوجھ کر پھسل گئے اور سوداگر دریا میں گر گیا۔وہ ''بچاؤ، بچاؤ'' کا شور مچاتا رہا مگر تیز دھارا اُسے بہا لے گیا۔

اُس پار کھڑے سوداگر نے جب اپنے ساتھی کی چیخیں سُنیں تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

آفندی بھی اس پار پہنچ کر رونے اور ماتم کرنے لگے۔

یہ دیکھ کر سوداگر نے بڑی حیرت سے پوچھا:

''میں اس لیے رو رہا ہوں کہ وہ میرا ساتھی تھا لیکن تم کس کا ماتم کر رہے ہو؟''

''اپنے دوسرے طلائی سکے کا جو تمہارے ساتھی کے ساتھ ہی پانی میں بہہ گیا!''

پیٹھ دکھانا

ایک بار آفندی نے بادشاہ کا مذاق اُڑایا تو بادشاہ نے اُنہیں دربار سے نکال دیا اور گرج کر کہا، ''آئندہ کبھی اپنی منہ نہ دکھانا!''

تاہم اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد ہی پڑوس ملک سے کچھ عالم بادشاہ سے ملنے آ گئے۔اُنہوں نے بادشاہ کے سامنے بہت مشکل سوال رکھا۔بادشاہ تین دن تک مغز مارتا رہا،لیکن جواب نہ سوچ سکا۔

یہ دیکھ کر ایک وزیر نے عرض کیا:

''عالیجاہ، ہمارے ملک میں اس سوال کا جواب آفندی کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔آپ آفندی کی گستاخی معاف کر دیں اور ان عالموں کے سوال کا جواب دینے کے لیے اُسے دربار میں آنے کا حکم دیں۔''

بادشاہ نے مجبور ہو کر آفندی کو بلوا بھیجا۔

جب آفندی دربار میں داخل ہوئے تو بادشاہ کی طرف پیٹھ کر کے اُلٹے قدم اٹھانے لگے۔

یہ دیکھ کر بادشاہ مخمصے میں پڑ گیا اور بولا:

''آفندی، یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے؟ میری طرف منہ کرو، مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے۔''

''میں آپ کی طرف منہ کرنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہوں جہاں پناہ؟'' آفندی نے جواب دیا، ''پچھلی مرتبہ آپ نے خود ہی کہا تھا کہ پھر کبھی میرا منہ نہیں دیکھیں گے، لہٰذا آج پیٹھ دکھا رہا ہوں!''

ولی عہد

ملکہ کے اں بچہ ہونے والا تھا۔ بادشاہ نے آفندی سے کہا کہ سوچ کر بتاؤ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔

''یقیناً لڑکی ہوگی۔'' آفندی نے جواب دیا۔

''اچھا، اب بتلاؤ کہ لڑکا بہتر ہے یا لڑکی؟''

''دونوں ہی ٹھیک ہیں۔ لڑکا بھی انسان ہوتا ہے اور لڑکی بھی۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں!''

''احمق نہ بنو، آفندی'' بادشاہ نے کہا، ''لڑکی ہمارے کس کام کی؟ اگر لڑکا پیدا ہوا، تو ہمیں کم از کم ولی عہد مل جائے گا۔''

''لیکن جہاں پناہ، آپ اس بات کی فکر کیوں کرتے ہیں؟ میری ناقص رائے میں تو بہتر ہے کہ آپ کا تخت خالی ہی رہے۔ اس طرح رعایا کو ذرا سکھ کا سانس لینے کا موقع مل جائے گا!''

خالی برتن

ایک دفعہ بادشاہ اور وزیرِ اعظم شکار کھیلنے گئے۔ گرمی کے دن تھے۔ لوٹتے وقت اُنہیں سخت پیاس محسوس ہوئی۔ دونوں آفندی کے دروازے پر رُک گئے اور وزیر نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے زور سے پکار کر کہا:

''ارے، کوئی گھر میں ہے؟ جلدی سے دہی کی لسی لے آؤ۔ اس میں کچھ برف بھی ڈال دینا! ہمیں سخت پیاس لگ رہی ہے۔''

آفندی ہولے ہولے قدم اُٹھاتے خالی ہاتھ باہر نکلے اور کورنش بجالانے کے بعد بڑے ادب سے بولے:

''معاف کیجیے! میں صبح سے کھیت میں کام کر رہا تھا۔ ابھی ابھی واپس آیا ہوں۔ بے حد پیاس لگی تھی، اس لیے سارے دہی کی لسی بنا کر پی گیا۔ اب گھر میں دہی بالکل نہیں ہے۔''

بادشاہ اور وزیراعظم مایوس ہو کر وہاں سے چل دیے۔ اور جب کافی دور نکل گئے، تو آفندی چھت پر چڑھ کر دہی کا برتن لہراتے ہوئے بلند آواز میں پکارنے لگے:

''عالیجاہ، ٹھہر جائیے! عالیجاہ، ٹھہر جائیے!''

بادشاہ اور وزیراعظم نے دور سے دہی کا برتن دیکھا تو بڑے خوش ہوئے اور فوراً گھوڑے موڑ لیے۔

جب وہ بالکل قریب آ گئے تو آفندی نے دہی کا برتن پلٹ دیا اور کہا:

''میں سخت شرمندہ ہوں! آپ خود دیکھ لیجیے، برتن سچ مچ خالی ہے۔''

مجسٹریٹ اور کتا

ایک بار قصبے کے مجسٹریٹ نے آفندی کو حکم دیا کہ ایک ایسا خونخوار کتا ڈھونڈ لائے جو لوگوں کو کاٹتا اور اُن پر جھپٹتا ہو۔ کچھ دن بعد آفندی ایک ایسا کتا لے آئے جو دم دبائے بیٹھا رہتا تھا اور اجنبی کو دیکھ کر بھی نہیں بھونکتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجسٹریٹ کو غصہ آ گیا۔

''آفندی، تم بہرے ہو گیا؟ میں نے تم سے کس قسم کا کتا لانے کو کہا تھا؟'' مجسٹریٹ نے کہا۔

''ہاں جناب، میں نے اچھی طرح سن لیا تھا۔ کتا چاہے کیسا بھی ہو، آپ کے ہاں آ کر ایسا ہی دبو بن جائے گا!'' آفندی نے جواب دیا، ''یہ کتا کچھ ہی دنوں میں آپ سے ہر طرح کے ہنر سیکھ لے گا۔ اسے لوگوں کو کاٹنے یا اُن پر جھپٹنے کا ہی نہیں، ان سے پیسے بٹورنے کا فن بھی جلد ہی آ جائے گا!''

بچہ دینے والی دیگچی

ایک بار آفندی نے ایک سوداگر سے دیگچی عاریتاً لی اور کچھ دن بعد اس کے اندر ایک چھوٹی دیگچی رکھ کر واپس لے گئے۔ یہ دیکھ کر سوداگر خوش ہوا اور حیران بھی۔ اُس نے پوچھا:

''آفندی بھائی، یہ چھوٹی دیگچی کیوں لے آئے؟''

''جناب،'' آفندی بولے، ''یہ بڑی دیگچی جو میں لے گیا، دراصل حاملہ تھی۔ میتے گھر آنے کے دو دن بعد ہی اس کے ہاں یہ چھوٹی دیگچی پیدا ہوئی۔ اب میں دونوں دیگچیاں واپس دینے آیا ہوں۔''

''اچھا، تو یہ بات ہے! اگر پھر ضرورت پڑے، تو بلا تکلف پھر لے جانا!'' یہ کہہ کر سوداگر نے خوشی خوشی دونوں دیگچیاں رکھ لیں۔

دو دن بعد آفندی پھر سوداگر کے ہاں آئے اور کہا کہ گھر مین بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں اور ایک بڑی دیگچی کی ضرورت ہے۔ سوداگر کو پہلے ہی امید تھی کہ آفندی یقیناً دوبارہ دیگچی لینے آئیں گے، لہٰذا فوراً سب سے بڑی دیگچی نکال کر دے دی۔

ایک ہفتہ گزر گیا، دو ہفتے بیت گئے۔ ایک مہینہ ہونے کا آیا۔ مگر آفندی کا سایہ تک نہ دکھائی دیا۔ سوداگر کو اپنی دیگچی کی فکر لگی۔ آخر ایک دن آفندی اپنے گدھے پر سوار بڑا سوگوار چہرہ لیے سوداگر کے گھر آ پہنچے۔

''آہ،'' آفندی نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا،''سوداگر صاحب، بہت بُری خبر لایا ہوں۔ میرے گھر آنے کے دو دن بعد ہی آپ کی دیگچی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے سوچا تھا اس کا چالیسواں کرنے کے بعد آپ کو خبر کر دوں گا۔ لیکن پھر اس خیال سے کہ آپ پریشان نہ ہو جائیں، پہلے ہی بتانے چلا آیا۔''

''کیا بک رہے ہو!'' سوداگر نے خفا ہو کر کہا،''تم مجھے الو بنانا چاہتے ہو؟ بھلا لوہے کی دیگچی بھی کہیں مر سکتی ہے؟''

''سوداگر صاحب، آپ بھی خوب ہیں!'' آفندی بولے،''آپ نے یہ تو مان لیا کہ دیگچی بچہ دے سکتی ہے اور اس کا بچہ بھی رکھ لیا، لیکن یہ ماننے کو تیار نہیں کہ لوہے کی دیگچی مر بھی سکتی ہے!''

خوشی کا دن

بادشاہ نے آفندی سے پوچھا:

''آفندی، تم سارا ملک گھوم چکے ہو۔ یہ بھی خوب جانتے ہو کہ ہماری رعایا کیا کچھ سوچتی ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ لوگ سب سے زیادہ خوشی کس دن مناتے ہیں؟''

آفندی نے فوراً جواب دیا:

''رعایا کے لیے سب سے زیادہ خوشی کا دن وہ ہوگا جس دن آپ جنت میں پہنچ جائیں گے!''

اندر کے چور

ایک دن آفندی شاہی محل کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ وزیروں کی نگرانی میں بہت سے راج مزدور محل کی بیرونی دیوار کو اونچا کر رہے ہیں۔ اُنہیں بڑا تعجب ہوا اور آگے بڑھ کر پوچھا:

''یہ دیوار تو پہلے ہی بہت اونچی تھی۔ اسے اور اونچا کیوں کر رہے ہو؟''

''تم بھی کیسے احمق ہو، آفندی؟'' وزیر نے جواب دیا، ''اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے! یہ دیوار چوروں کو روکنے کے لیے بنائی جا رہی ہے، تاکہ وہ شاہی محل سے سونا چاندی اور ہیرے موتی نہ چرا لے جائیں۔''

''ہاں، باہر کے چور تو اتنی اونچی دیوار پھاند کر اندر نہیں گھس پائیں گے، مگر یہ تو بتائیے کہ محل کے اندر کے چوروں کو کیسے روکا جائے گا؟'' آفندی نے وزیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

چاندنی اور کنویں کا پانی

جاڑوں کی رات تھی۔ سخت سردی پڑ رہی تھی۔ بادشاہ کئی لحاف اوڑھنے کے بعد بھی ٹھٹھر رہا تھا۔ اس نے آفندی کو شاہی محل میں بلا کر کہا:

''آفندی، اگر تم صرف ایک قمیص پہن کر محل کے آنگن میں پوری رات بتا دو، تو میں تمہیں ایک سو طلائی سکے دوں گا۔''

''مجھے منظور ہے، عالیجاہ۔'' آفندی نے اپنا دگلا اتارتے ہوئے کہا اور آنگن میں چلے گئے۔ باہر ہوا تیر کی طرح ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی۔ آفندی نے آنگن کے کونے میں پتھر کا بیلن پڑا دیکھا تو اُسے دھکیلنا شروع کر دیا اور یوں پوری رات گزار دی۔ اس مشقت سے اُنہیں سردی کا احساس تک نہ ہوا، بلکہ سارا جسم پسینے سے بھیگ گیا۔

صبح جب بادشاہ کی آنکھ کھلی تو اُس نے دل ہی دل میں سوچا کہ آفندی یقیناً سردی سے ٹھٹھر کر مر چکا ہو گا۔ لیکن کھڑکی کھول کر باہر جو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ آفندی خوش خوش آنگن میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ بادشاہ نے اپنے سو طلائی سکے بچانے کے لیے ایک تدبیر سوچی اور آفندی کو اندر بلا کر پوچھا:

''یہ بتاؤ۔ کل رات آسمان پر چاند نکلا تھا یا نہیں؟''

''ہاں، نکلا تھا۔'' آفندی نے جواب دیا۔

''اچھا، اب سمجھا!'' بادشاہ نے کہا، ''تم ضرور چاندنی سینکتے رہے ہو۔ اس صورت میں بھلا تمہیں ٹھنڈ کیسے لگ سکتی تھی؟ چاند کی کرنوں کی گرمی میں ایک قمیص پہن کر رات بتانا کوئی مشکل کام نہیں۔ تمہاری جگہ میں ہوتا، تو ننگے جسم ہی پوری رات بتا دیتا!'' یہ کہہ کر اُس نے آفندی کو محل سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

چند ماہ بعد گرمیاں آ گئیں۔ ایک دن بادشاہ اور اُس کے وزیر شکار کھیلنے گئے۔ صحرا گوبی دھوپ میں جھلس رہا تھا۔ پیاس سے اُن کے حلق میں کانٹے پڑ گئے اور پانی پینے کے لیے آفندی کے گھر جا پہنچے۔

آفندی ایک کنویں کے پاس بیٹھے تھے۔ اُنہیں دیکھتے ہی بادشاہ نے بلند آواز میں کہا:

''یہاں کہیں ٹھنڈا پانی ہے؟ ہمیں سخت پیاس لگ رہی ہے!''

''جی، عالیجاہ، ٹھنڈا پانی ہے۔'' آفندی نے جواب دیا۔

''کہاں؟'' بادشاہ نے قریب آ کر پوچھا۔

''اس کنویں میں۔'' آفندی نے کنویں کی تہہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کنویں سے پانی نکالتے کیوں نہیں؟ صرف پانی دیکھ کر پیاس کیسے بجھائی جا سکتی ہے؟'' بادشاہ ناراض ہو کر بولا۔

''جہاں پناہ!'' آفندی نے کہا، ''جب چاندنی سینک کر سردی کو بھگایا جا سکتا ہے، تو بھلا پانی دیکھ کر پیاس کیوں نہیں بجھائی جا سکتی؟''

بہترین عبادت

ایک بار بادشاہ نے آفندی سے پوچھا ''عبادت کا کوئی ایسا طریقہ بتاؤ کہ مرنے کے بعد جنت مین جانے کی ضمانت حاصل ہو جائے۔'' آفندی نے فوراً جواب دیا، ''آپ دن رات بس گہری نیند سوئے رہیں۔''

یہ سن کر بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔

''کیا سونا بھی ایک طرح کی عبادت ہے؟''

''ہاں، بادشاہ سلامت، آپ کے لیے گہری نیند ہی بہترین عبادت ہے۔'' آفندی نے جواب دیا، ''یوں رعایا آپ کے ظلم وستم سے بچی رہے گی۔ وہ کہاوت ہے نا کہ سویا ہوا بدمعاش جاگتے ہوئے بدمعاش سے اچھا ہوتا ہے۔''

مردہ

قصبے کا مجسٹریٹ بیمار ہو گیا۔ کئی مشہور حکیموں سے علاج کرانے اور بہت سی مہنگی دوائیاں کھانے کیے بعد بھی وہ تندرست نہ ہوا تو اس کے گھر والوں نے مجبور ہو کر آفندی کو بلوا بھیجا۔

آفندی نے مجسٹریٹ کو بستر پر پڑے دیکھا، تو اُن کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور خفگی کے ساتھ مجسٹریٹ کے گھر والوں سے کہا:

''میں زندگی آدمی کا علاج کرتا ہوں۔تم لوگوں نے مجھے اس مردے کا علاج کرنے کیوں بلایا ہے؟''

مجسٹریٹ کیے گھروالے اُلجھن میں پڑ گئے اور کہنے لگے:

''کیا کہا؟ مجسٹریٹ صاحب مر چکے ہیں؟''

''وہ جسمانی طور پر تو ابھی زندہ ہے،'' آفندی نے جواب دیا،''لیکن لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس کا دل مردہ ہو چکا ہے۔تم ہی بتاؤ، جب کسی کا دل مر چکا ہو،تو کیا اُسے زندہ آدمی کہا جاسکتا ہے؟''

لباس کی عزت

ایک دوست نے آفندی کو اپنے ہاں مدعو کیا اور وہ پرانے سے کپرے پہن کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ دوست نے اُنہیں پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا تو گھر سے نکال دیا، اس ڈر سے کہ اتنے غریب آدمی سے دوستی رکھنے پر لوگ کہیں اس کا مذاق نہ اڑائیں۔

گھر لوٹنے کے بعد آفندی نے عمدہ لباس پہنا اور پھر اسی دوست کے گھر جا پہنچے۔اس بار دوست نے اُنہیں معزز مہمان کی نشست پر بٹھایا اور دسترخوان پر رکھے کھانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''عزیز دوست، نوش فرمایئے!''

یہ سنتے ہی آفندی آستین بڑھا کر بڑبڑانے لگے:

''لباس صاحب، نوش فرمایئے!''

دوست کو آفندی کی یہ حرکت کچھ عجیب سی لگی اور پوچھا:

''آفندی صاحب، آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟''

''میرے پیارے دوست،'' آفندی نے جواب دیا،''آپ نے دیکھا نہیں؟ میں اپنے اس عمدہ لباس کو کھانا کھلا رہا ہوں جسے آپ نے اتنی عزت بخشی ہے۔''

سب سے سریلی آواز

ایک دن ایک دوست نے آفندی کو کھانے پر مدعو کیا۔ دوست کو موسیقی کا بہت شوق تھا لہٰذا طرح طرح کے ساز بجانے لگا۔

دوپہر کا وقت ہو گیا۔ آفندی کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ مگر دوست بدستور ساز بجاتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ آفندی سے گپ شپ ہی کرتا رہا۔ اُس نے پوچھا:

''آفندی! یہ تو بتاؤ، دنیا میں سب سے سریلی آواز کس ساز کی ہوتی ہے؟ دوتارے یا رباب کی؟''

آفندی نے جواب دیا:

''ارے یار، اس وقت اگر دیگچی اور کفگیر کی آواز آ رہی ہو تو وہی دنیا میں سب سے سریلی لگے!''

کیسے پتا چلا؟

آفندی ایک دوست کو خط لکھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک آدمی دبے پاؤں آیا اور پیچھے کھڑے ہو کر چور نظروں سے پڑھنے لگا۔ آفندی کو پتا چل گیا۔ لیکن اُنھوں نے کچھ نہ کہا اور خط لکھتے رہے:

''......میرے پیارے دوست، میں تمھیں بہت کچھ لکھنا چاہتا تھا، لیکن اس وقت میرے پیچھے ایک بدتمیز اور بےشرم آدمی کھڑا چور نظروں سے یہ خط پڑھ رہا ہے......''

یہ پڑھتے ہی وہ آدمی بہت ناراض ہوا اور آفندی کے سامنے آ کر اعتراض کرنے لگا:

''تم خواہ مخواہ میری توہین کیوں کر رہے ہو؟ میں نے تمھارا خط کب پڑھا؟''

''اوہ، تم سچ مچ بڑے عقل مند آدمی معلوم ہوتے ہو!'' آفندی نے کہا، ''اگر تم نے میرا خط نہیں پڑھا، تو تمھیں کیسے پتا چلا کہ میں تمھاری توہین کر رہا ہوں؟''

خدا کا پیغام

آفندی بہت غریب آدمی تھے اور بعض اوقات تو کھانے کو بھی کچھ نہ ملتا۔ ایک دن وہ بازار میں چلتے چلتے آوازیں لگانے لگے:

''میں خدا کا پیغمبر ہوں، خدا کا پیغمبر ہوں!''

ایک سپاہی نے یہ سنا تو مجسٹریٹ کو اطلاع کر دی۔ مجسٹریٹ نے آفندی کو بلانے کے لیے فوراً آدمی بھیج دیا۔ جب آفندی کی پیشی ہوئی تو اُس نے پوچھا:

''اگر تم خدا کے پیغمبر ہو تو یہ بتاؤ کہ خدا نے میرے لیے کیا پیغام بھیجا ہے؟''

''خدا نے آپ کے لیے بہت اچھا پیغام بھیجا ہے!'' آفندی نے کہا، ''مگر پہلے میرے لیے کچھ کھانا

منگوادیجیے۔کھانا کھا کراطمینان سے بتاؤں گا۔''

مجسٹریٹ خدا کا پیغام سننے کے لیے بے تاب تھا۔اس لیے فوراً نوکروں کو اچھے اچھے کھانے لانے کا حکم دیا۔جب آفندی خوب پیٹ بھر کے کھا چکے تو بڑے سبھاؤ سے کہنے لگے:

''خدا نے کہا ہے: آفندی، مجسٹریٹ سے کہنا کہ اس نے تم لوگوں کی خون پسینے کی کمائی ہڑپ لی ہے اوراب تم لوگوں کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا۔لہٰذا سب لوگ اس کے ہاں جا کر کھانا کھایا کریں!''

آپ سے دودن پہلے مروں گا

ایک بار آفندی نے وزیرِاعظم سے مذاق میں کہا کہ وہ اگلے دن مرجائے گا۔اتفاق سے دوسرے دن وزیرِاعظم گھوڑے سے گر کر سچ مچ چل بسا۔یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو وہ آگ بگولا ہوگیا اور آفندی کی فوری گرفتاری کا حکم دے دیا۔جب آفندی کو دربار میں لایا گیا، تو بادشاہ نے گرج کر کہا:

''آفندی، تمہاری ہی بددعا سے وزیرِاعظم کا انتقال ہوا۔جانتے ہو، تمہیں اس کی کیا سزا دی جائے گی؟''

''چونکہ آپ کہتے ہیں کہ وزیرِاعظم کی موت میری بددعا سے ہوئی ہے، اس لیے آپ جو سزا بھی دیں گے، مجھے منظور ہوگی۔'' آفندی نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے،'' بادشاہ نے کہا، ''اگر تم یہ جان سکتے ہو کہ وزیرِاعظم کب مرے گا، تو یہ بھی ضرور جانتے ہوگے کہ تم خود کب مروگے۔جلدی بتاؤ، تم خود کب مروگے؟ اگر نہ بتا سکے، تو آج ہی جہنم رسید کر دیئے جاؤ گے!''

''عالیجاہ، میں آپ سے دو دن پہلے مروں گا!'' آفندی نے فوراً جواب دیا۔

بادشاہ خود جلدی نہیں مرنا چاہتا تھا، اس لیے یہ سُن کر آفندی کو رہا کر دیا۔

''داناؤں'' کا سوال

ایک بار کئی ''دانا'' اس نہایت اہم سوال پر بحث کر رہے تھے کہ اگر دریا میں آگ لگ جائے، تو مچھلیاں کہاں جائیں گی؟

وہ مسلسل پانچ دن بحث کرتے رہے، لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ پائے۔آخر کار اُنھوں نے اس سوال کا جواب پوچھنے کے لیے سب سے زیادہ ''دانا'' کو آفندی کے پاس بھیجا۔

آفندی نے سوال سنتے ہی جواب دیا:

''ارے یار، تم اس معمولی سے سوال پر اتنے پریشان کیوں ہو؟ اگر دریا میں آگ لگ ہی گئی، تو مچھلیاں درختوں پر چڑھ جائیں گی!''

تدبیر کی تھیلی

آفندی کی شہرت دوسرے ملکوں میں بھی پھیل چکی تھی۔ ایک پڑوسی ملک کے بادشاہ کو معلوم ہوا، تو اُسے بڑا غصہ آیا اور اپنے وزیروں کو بلا کر کہا:

''سنا ہے کہ ہمارے پڑوسی ملک میں آفندی نام کا ایک شخص اپنے بادشاہ کو ہمیشہ اُلو بناتا رہتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''ہاں، عالم پناہ، یہ بالکل سچ ہے،'' وزیروں نے کہا، ''ہم نے سنا ہے، آفندی بڑا عقل مند ہے اور عالم فاضل ہے۔ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے!'' بادشاہ نے کہا، ''ایک معمولی آدمی آخر اتنا ذہین کیسے ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کو بھی مات کردے!''

''ہاں، حضور! آپ نے بالکل درست فرمایا۔ ہمیں بھی یقین نہیں!''

چنانچہ بادشاہ نے آفندی کو شکست دینے کے لے خود پڑوسی ملک میں جانے کا فیصلہ کیا، تاکہ ثابت کر سکے کہ بادشاہ ایک معمولی آدمی سے کہیں زیادہ عقل مند ہوتا ہے۔

آفندی کے ملک میں پہنچ کر بادشاہ نے دیکھا، ایک آدمی کھیت میں کام کر رہا ہے۔ بادشاہ نے قریب جا کر پوچھا:

''سنا ہے، تمہارے ملک میں آفندی نام کا ایک آدمی ہے۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کتنا عقل مند ہے؟''

یہ سنتے ہی آفندی نے اس کے دل کی بات بھانپ لی اور کہا:

''میں ہی آفندی ہوں۔ کہیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

''اوہو، تو تم ہی آفندی ہو!'' بادشاہ نے سرد مہری سے کہا، ''میں نے سنا ہے، تم بڑے دھوکے باز ہو۔ لیکن میں تمہارے فریب میں ہرگز نہیں آؤں گا! کیا تم مجھے فریب دے سکتے ہو؟''

''یقیناً، میں آپ کو یقیناً فریب دے سکتا ہوں!'' آفندی نے کہا، ''مگر ٹھہریئے، آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ میں ذرا گھر جا کر اپنی تدبیروں کی تھیلی تو اٹھالاؤں۔ تب آپ کو فریب دے سکوں گا۔ اگر آپ میری تدبیروں سے نہیں ڈرتے، تو براہِ کرم تھوڑی دیر کے لیے اپنا گھوڑا مجھے دے دیجیے، تاکہ میں جلدی واپس لوٹ سکوں۔''

''ٹھیک ہے، لے آؤ اپنی تدبیروں کی تھیلی! ایسی دس تھیلیاں بھی میرے سامنے بیکار ثابت ہوں گی!'' یہ کہہ کر بادشاہ گھوڑے سے اُترا اور لگام آفندی کو تھمادی، ''جلدی جاؤ، فوراً لوٹ آنا، میں تمہاری ہر تدبیر ناکم بنادوں گا۔''

آفندی اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ بادشاہ انتظار کرنے لگا۔ گھنٹوں بیت گئے۔ سورج بھی ڈوب گیا، مگر آفندی غائب تھے۔ آخر بادشاہ نے جان لیا کہ وہ آفندی کے ہاتھوں فریب کھا گیا ہے اور اپنا سا منہ لے کر اپنے ملک کو لوٹ گیا۔

دعا

بادشاہ کا ایک وزیر سخت بیمار تھا۔ ایک دن آفندی نے وزیر کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ اس کا بیٹا دروازے پر کھڑا ہے۔ اُنہوں نے اُس سے پوچھا:

''تمہارے والد کی طبیعت کیسی ہے؟''

''شکریہ آفندی چچا، آپ کی دعا سے......''

''میری دعا سے؟'' آفندی نے اُس کی بات کاٹ دی، ''میری دعا قبول ہوتی تو اس وقت تمہارے گھر صفِ ماتم بچھی ہوتی!''

دم کٹا گھوڑا

ایک بار بادشاہ اور آفندی اکٹھے شکار کھیلنے گئے۔ رات کو دونوں ایک ہی جگہ ٹھہرے۔ آفندی کی بھد اڑانے کے لیے بادشاہ آدھی رات کو چپکے سے اُٹھا اور آفندی کے گھوڑے کی تھوتھنی کا ایک حصہ کاٹ دیا۔

پو پھٹے آفندی کی آنکھ کھلی تو گھوڑے کی تھوتھنی دیکھ کر فوراً سمجھ گیا کہ یہ بادشاہ کی حرکت ہے، چنانچہ جوں ہی بادشاہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، آفندی نے چپکے سے اُس کے گھوڑے کی دم کاٹ دی۔

دونوں کچھ دور گئے تھے کہ بادشاہ نے آفندی کا مذاق اڑانے کے لیے اُن کے گھوڑے کی تھوتھنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قہقہہ لگا کر کہا:

''ہاہاہا، ذرا دیکھو تو، تمہارا گھوڑا کیسے باچھیں کھولے ہنس رہا ہے!''

آفندی نے بھی قہقہہ بلند کرتے ہوئے بادشاہ کے گھورے کی دم کی طرف اشارہ کیا وراور جواب دیا:

''عالیجاہ، میرا گھوڑا دراصل آپ کے گھوڑے پر ہنس رہا ہے۔ ذرا مڑ کر اپنے گھوڑے کو تو دیکھیے۔ اس کی دُم کہیں غائب ہو چکی ہے!''

چوروں سے پردہ

ایک دن آفندی کے گھر میں چور گھس آئے تو آفندی ایک صندوق میں چھپ گئے۔ چوروں نے سارا گھر تلپٹ کر دیا مگر کوئی کام کی چیز ہاتھ نہ آئی۔ آخر اُنہوں نے صندوق کا ڈھکنا اُٹھایا تو اندر آفندی سمٹے سمٹائے پڑے تھے۔ چوروں نے ہنستے ہوئے کہا، ''آفندی تم یہاں صندوق میں چھپے کیا کر رہے ہو؟''

''آپ لوگ میرے گھر آئے لیکن یہاں ایک بھی ایسی چیز نہیں جو آپ کے ذوق کی تسکین کرتی۔ یہ سوچ کر سخت شرمندگی محسوس ہوئی اور میں اس صندوق میں چھپ گیا۔'' آفندی نے جواب دیا۔

طاقتور کون؟

بادشاہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا اس ملک میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو اس سے زیادہ طاقتور ہو، چنانچہ آفندی کو بلا کر پوچھا:

''نصر الدین آفندی، تم قریہ قریہ، گاؤں گاؤں گھوم چکے ہو۔ بتاؤ، کیا میرے ملک میں کوئی اسا آدمی بھی ہے جو مجھ سے زیادہ طاقتور و؟''

''بے شک، ایسے لوگ لاکھوں کی تعداد مین ہیں، عالیجاہ!'' آفندی نے جواب دیا۔

یہ سن کر بادشاہ کو بہت تعجب ہوا۔

''وہ لوگ کون ہیں؟''

''کسان۔''

''کیسی بیہودہ بات کر رہے ہو! میں تو سمجھا تھا تم کسی بڑے آدمی کا نام لو گے۔ ہل چلانے والے

کسان کی بھلا کیا بساط! وہ مجھ سے زیادہ طاقتور کیسے ہو سکتے ہیں؟''

''ہاں جہاں پناہ، کسان آپ سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں!'' آفندی بولے،''اگر وہ آپ کے لیے اناج نہ اگائیں، تو آپ کے جسم میں طاقت کہاں سے آئے؟''

آنکھ کی دوا سے پیٹ کا علاج

ایک دن، ایک شخص کراہتا ہوا آفندی کے گھر پہنچا اور اندر گھستے ہی چلانے لگا:

''ہائے، مر گیا! پیٹ میں سخت درد ہو رہا ہے! جلدی سے کوئی دوا دے دیجیے!''

''ہوا کیا ہے؟ کوئی گندی چیز تو نہیں کھالی؟'' آفندی نے پوچھا۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ بس ایک روٹی کھائی تھی، جس پر پھپھوندی لگی ہوئی تھی۔''

یہ سنتے ہی آفندی نے اپنا دوائیوں کا صندوقچہ کھولا اور آنکھوں میں ڈالنے کی دوا نکال کر کہا:

''سر پیچھے کو جھکا کر آنکھیں کھولو! میں تمہاری آنکھوں میں دوا ڈالنا چاہتا ہوں۔''

''آفندی صاحب، آپ غلط سمجھ رہے ہیں! میرے پیٹ میں درد ہے، آنکھوں میں نہیں!'' مریض چلایا۔

''میں ٹھیک سمجھا ہوں،'' آفندی نے جواب دیا،''اگر تمہاری آنکھیں کام کرتیں، تو پھپھوندی والی روٹی نہ کھاتے!''

صافے کی طاقت

ایک دن، آفندی سر پر بڑا سا صافہ باندھے بازار سے گزر رہے تھے۔ صافہ عموماً صرف پڑھے لکھے لوگ ہی باندھتے تھے اس لیے ایک آدمی نے اُنہیں روک کر التجا کی:

''جناب عالم صاحب، مہربانی کر کے میرا خط تو پڑھ دیجیے۔''

''معاف کرنا بھائی، میں پڑھنا لکھنا بالکل نہیں جانتا!'' آفندی نے جواب دیا

''آپ تکلف سے کام لے رہے ہیں جناب! آپ نے اتنا بڑا صافہ باندھ رکھا ہے، یہ کیسے ممکن کہ آپ پڑھنا لکھنا نہ جانتے ہوں؟''

یہ سُن کر آفندی ہنس پڑے اور صافہ اُتار کر اُس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا:

''بہت اچھا، اگر صافے میں اتنی طاقت ہے کہ اسے باندھ کر علم خود بخود پاس چلا آئے، تو لو یہ صافہ تم باندھ لو اور اپنا خط خود پڑھ لو!''

اندھا افسر

آفندی کا ایک دوست تھا۔ بچپن میں دونوں دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے۔ بعد میں وہ دوست دار السلطنت میں بڑا افسر بن گیا۔ آفندی نے سنا تو بہت خوش ہوئے اور اس سے ملنے کے لیے لمبا سفر طے کر کے دار السلطنت جا پہنچے۔

ادھر دوست نے جب آفندی کو دیکھا تو اس ڈر سے کہ ایک غریب کسان کا دوست کہلانے سے اس کی عزت خاک میں مل جائے گی، بالکل اجنبی بن گیا اور پوچھا:

''تمہارا نام کیا ہے؟ مجھ سے کیوں ملنے آئے ہو؟''

یہ سُن کر آفندی کو بڑا غصہ آیا اور فوراً جواب دیا:

''میں نصر الدین ہوں۔ تمہارا بچپن کا دوست۔ میں نے سنا تھا، تمہاری آنکھیں خراب ہو چکی ہیں۔ لہٰذا علاج کرنے آیا ہوں۔ کون جانتا تھا کہ تم افسر بننے کے بعد اندھے ہو جاؤ گے؟''

پیٹو

ایک سوداگر آفندی کا مذاق اُڑانا چاہتا تھا۔ اس نے بہت سے تربوز خریدے اور آفندی اور دوسرے دوستوں کو دعوت دے دی۔ وہ ایک طرف تو بہ اصرار دوستوں کو تربوز کھلاتا رہا اور دوسری طرف اپنے کھائے ہوئے تربوزوں کے چھلکے چپکے سے آفندی کے سامنے رکھتا گیا۔ جب سارے تربوز ختم ہو گئے، تو سوداگر حیرت سے چلا اُٹھا:

''دوستو، ذرا دیکھو تو! آفندی کے سامنے چھلکوں کا کتنا بڑا ڈھیر لگ گیا ہے! سب سے زیادہ تربوز اِسی نے کھائے ہیں۔ یہ سب سے بڑا پیٹو نکلا!''

''ہاہاہا!'' سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔

''دوستو، تم لوگ خواہ مخواہ مجھ پر ہنس رہے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ سب سے بڑا پیٹو کون ہے؟'' آفندی نے مسکراتے ہوئے کہا، ''جب میں تربوز کھا رہا ہوں، تو چھلکے ضرور پھینک دیتا ہوں، لیکن ہمارے میزبان تو تربوز

کے چھلکے بھی ہڑپ کر گئے ۔ دیکھو تو سہی، ان کے سامنے ایک بھی چھلکا نہیں!''

دو گدھوں کا بوجھ

ایک بار امیر تیمور اپنے ایک منظورِ نظر مصاحب کے ہمراہ شکار کھیلنے گیا تو آفندی کو بھی ساتھ لے لیا۔ راستے میں تیمور اور اُس کے مصاحب کو گرمی لگی تو دونوں نے لبادے اتار کر آفندی کو پکڑا دیے اور آفندی نے اپنی پیٹھ پر باندھ لیے۔ چلتے چلتے تیمور نے دیکھا کہ آفندی پسینے سے شرابور ہو رہے ہیں تو اُسے شرارت سوجھی اور کہا:

''آفندی تم نے ایک گدھے جتنا بوجھ اُٹھا رکھا ہے!''

آفندی بھی کہاں چوکنے والے تھے، بولے، ''نہیں حضور ایک نہیں، دو گدھوں کا بوجھ ہے۔''

آفندی کی تیراندازی

کسی نے بادشاہ کے سامنے آفندی کی تیراندازی کی خوب تعریفیں کیں۔ یہ سُن کر بادشاہ آفندی کو اپنے ہمراہ شکار پر لے گیا۔ راستے میں دور ایک درخت دکھائی دیا تو بادشاہ نے آفندی سے اس درخت کا نشانہ لے کر تیر چلانے کو کہا۔ آفندی نے تیر چلایا، لیکن نشانہ خطا گیا۔ بادشاہ کھلکھلا کر ہنس پڑا............؟
نامکمل

دستخط

ایک دن ایک سوداگر آفندی سے ملنے آیا۔ لیکن آفندی گھر پر نہیں تھے اور دروازے پر تالا لگا تھا۔ سوداگر نے اُسے اپنی بے عزتی سمجھا اور اپنا غصہ اتارنے کے لیے دروازے پر ٹیڑھے میڑھے حروف میں ''گدھا'' لکھ دیا۔

دوسرے دن بازار میں آفندی سے اُس کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ آفندی نے گرم جوشی سے کہا:

''سوداگر صاحب، آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ کل آپ مجھ سے ملنے آئے تھے لیکن بدقسمتی سے اس وقت میں موجود نہ تھا۔''

یہ سُن کر سوداگر حیران رہ گیا اور آفندی سے پوچھا، ''لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں تم سے ملنے آیا

تھا؟''

''ہاہاہا!'' آفندی نے قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا،''اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیا آپ میرے دروازے پر دستخط نہیں کر گئے تھے؟''

آنکھوں کی بھوک

گاؤں میں ایک بڑے زمیندار کو مرے کئی دن ہو چکے تھے، لیکن اس کی دونوں آنکھیں بدستور کھلی تھیں۔مولوی صاحب نے اس کے لیے قرآن شریف کی تلاوت کی اور بار بار فاتحہ پڑھی، پھر بھی مردے کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔مجبور ہو کر اس کے گھر والوں نے آفندی کو بلایا۔

''اس کے لیے فاتحہ خوانی بیکار ہے۔ یہ مسئلہ مجھے اپنے طریقے سے حل کرنا ہو گا!'' آفندی نے اطمینان سے کہا،''فوراً ایک پلیٹ پلاؤ لاؤ اور اسے کھلا دو۔آنکھیں خود بخود بند ہو جائیں گی!''

''تم پاگل ہو گئے ہو کیا، آفندی؟'' مولوی صاحب نے ناراض ہو کر کہا۔ غصے کے مارے ان کی داڑھی لرز رہی تھی،''جب آدمی کی جان ہی نہ رہے، تو وہ کھانا کیسے کھا سکتا ہے؟''

''آفندی، ہم دکھی ہیں اور تم مذاق اُڑا رہے ہو!'' زمیندار کی بیوی نے شکایت کے لہجے میں کہا، ''اُنہوں نے پلاؤ زیادہ کھانے کی وجہ سے ہی تو دم توڑا تھا!''

''تم تو میری بات بالکل درست ہے!'' آفندی نے بھویں سکیڑ کر کہا،''مثل مشہور ہے کہ لالچی کے پیٹ کی بھوک مٹ سکتی ہے، لیکن آنکھوں کی بھوک کبھی نہیں مٹتی۔زمیندار صاحب کی آنکھیں اب بھی کھلی ہیں۔کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی آنکھوں کی بھوک ابھی نہیں مٹی؟''

کچھ نہیں آتا!

ایک بار آفندی اور اُن کا دوست چاول پکا رہے تھے۔دوست نے کہا:

''آفندی، مجھے آگ سلگانا، گاجریں کاٹنا یا آگ پر دیگچی رکھنا نہیں آتا۔ مجھے دراصل کچھ نہیں آتا!''

یہ کہہ کر وہ ایک درخت کے سائے تلے چادر تان کر سو گیا۔

آفندی نے گاجریں کاٹیں، آگ سلگائی، اور دیگچی چولہے پر رکھ دی۔ پھر صرف آدھے چاول دیگچی میں ڈالے اور باقی کہیں چھپا دیے۔اور پکے ہوئے چاول خود ہی کھا لیے۔کھانے کے بعد جب وہ برتن دھو رہے

تھے، تو دوست آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا اور جھنجھلا کر بولا:

''ارے آفندی، تم نے سارے چاول اکیلے ہی کھا لیے؟ مجھے کیوں نہیں جگایا؟''

''پیارے دوست''، آفندی نے بڑے اطمینان سے کہا، ''کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ تمہیں کچھ نہیں آتا؟ میں نے سوچا، تمہیں پلاؤ کھانا بھی نہیں آتا ہوگا، اس لیے نہیں جگایا!''

ذہین نوکر

بادشاہ نے سنا کہ آفندی بڑا ہوشیار، چست اور ذہین آدمی ہے تو اُنہیں شاہی محل میں اپنا ذاتی خدمت گار رکھ لیا۔ ایک دن بادشاہ نے کہا:

''آفندی، جب کبھی تمہیں کوئی کام وام دیا جائے، تو اس سے متعلقہ باقی سب کام بھی ایک ساتھ ہی کرلیا کرو۔''

ابتدا میں آفندی نے بہت سے کام بخوبی کیے اور بادشاہ بڑا خوش ہوا۔ اس نے وزیروں کے سامنے آفندی کی تعریف کی اور کہا کہ وہ آفندی کی تقلید کریں۔

ایک دن یکا یک بادشاہ سخت بیمار ہوگیا۔ اس کے حلق سے نہ کھانا اُترتا تھا نہ پانی۔ وزیروں نے آفندی کو بلایا اور بادشاہ نے کراہتے ہوئے حکم دیا:

''آفندی، جاؤ، جلدی سے کسی اچھے حکیم کو بلا لاؤ۔ زیادہ دیر نہ کرنا۔''

''آپ بالکل بے فکر رہیں، عالیجاہ!'' آفندی نے کہا، ''میں اس سے متعلقہ تمام کام ایک ساتھ ہی پورے کر کے ابھی آیا۔''

آفندی نے دارالسلطنت میں جگہ جگہ دریافت کرنے کے بعد ایک حاذق حکیم کا انتخاب کیا۔ پھر مسجد سے مولوی، جنازہ اور جنازہ اُٹھانے والے چار آدمی لے کر شام تک بادشاہ کے پاس لوٹ آئے۔

''حرام زادے!'' جنازہ دیکھتے ہی بادشاہ آپے سے باہر ہوگیا اور تھر تھر کانپتا ہوا بولا، ''میں ابھی مرا کہاں ہوں، جو یہ جنازہ اُٹھا لائے؟ اس مولوی کو نکالو یہاں سے اور پھینکو باہر جنازہ!''

''عالیجاہ، خفا نہ ہوں،'' آفندی بڑے ادب کے ساتھ جھک کر بولے، ''آپ کی سانس اُلٹ رہی ہے۔ مجھے اس سے متعلقہ ایک اور ضروری کام جلد ہی مکمل کرنا ہے۔ آپ کے لیے قبر کھدوانی ہے! آپ نے خود ہی تو حکم دیا تھا کہ جو کام کہا جائے اس سے متعلقہ سارے کام بھی پورے کر دیا کرو۔''

آفندی کی بات سنتے ہی بادشاہ پر سکتہ طاری ہو گیا۔

حصہ

ایک بار قاضی نے ایک بھنا ہوا بطخ بادشاہ کے تحفے میں پیش کیا اور کہا:

''عالیجاہ، آج آپ کی سالگرہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ حضور کو بطخ کا گوشت بہت پسند ہے، اس لیے یہ بطخ خود بھون کر لایا ہوں۔''

جب کھانا شروع ہوا تو دو شہزادیاں بطخ کی ٹانگیں اور دو شہزادے بطخ کا سینہ کھانے کی ضد کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ اور ملکہ کو کوئی تدبیر نہ سوجھی اور اُنہوں نے آفندی کو بلا کر بطخ کے حصے کرنے کو کہا،

آفندی نے چھری سے بطخ کا سر کاٹ کر بڑے ادب سے بادشاہ کو دیتے ہوئے کہا:

''عالیجاہ، آپ ہمارے ملک کے سربراہ ہیں۔ آپ کو سر کھانا چاہیے۔ میری دلی خواہش ہے کہ ااپ ہمیشہ ہمارے ملک کے سربراہ رہیں۔''

اس کے بعد اُنہوں نے بطخ کی گردن کاٹ کر ملکہ کو پیش کرتے ہوئے کہا:

''کہاوت ہے کہ اگر خاوند سر کی مثل ہے تو، تو بیگم گردن کی مثل۔ اس لیے آپ کو یہ گردن دے رہا ہوں۔ میری دلی تمنا ہے کہ آپ بادشاہ سلامت سے کبھی نہ بچھڑیں۔''

''پھر اُنہوں نے بطخ کا ایک ایک پر کاٹ کر دونوں شہزادیوں کو دیا اور کہا:

''میری دلی خواہش ہے کہ آپ کی شادیاں اچھی جگہ ہوں۔ یہ پر کھا کر آپ اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ دور دراز جاسکیں گی۔''

پھر دونوں شہزادوں کو بطخ کا ایک ایک پنجہ دیتے ہوئے کہا:

''آپ دونوں بادشاہ کے جانشین ہیں۔ پنجے کھائیں گے تو تخت پر مضبوطی سے قدم جمے رہیں گے۔''

اور آخر میں مسکراتے ہوئے بولے:

''اب بطخ کے سینے اور ٹانگوں کا گوشت ہی باقی رہ گیا ہے۔ اگر آپ اسے کھائیں گے، تو یہ بدشگونی ہو گی۔ بہتر ہے یہ میں کھالوں!'' یہ کہہ کر وہ بطخ کا سینہ اور ٹانگیں لے کر باہر نکل گئے اور ڈیوڑھی میں بیٹھ کر مزے سے کھانے لگے۔

پہلوان کی طاقت

ایک بار ایک پہلوان آفندی کے گھر آیا اور بولا:

''آفندی، تم عقل مند ہو اور میں طاقتور۔ ہم دونوں دوست بن جائیں، تو کیسا رہے گا؟''

آفندی نے پہلوان کو غور سے دیکھا اور پوچھا:

''یہ بتاؤ، تم میں کتنی طاقت ہے؟''

''میں پانچ سو سیر وزنی پتھر صرف ایک ہاتھ سے اُٹھا کر صحن کی دیوار کے باہر پھینک سکتا ہوں۔'' پہلوان نے ڈینگ ماری۔

''زیادہ شیخی نہ بگھارو،'' آفندی نے اسے گھورتے ہوئے کہا،''پہلے میں تمہارا امتحان لوں گا۔''

''ٹھیک ہے،'' پہلوان اکڑ کر بولا''میں ہر آزمایش میں پورا اُتروں گا۔''

''یار، زیادہ ڈینگیں نہ مارو۔ ابھی دیکھے لیتے ہیں!'' یہ کہتے ہوئے آفندی نے جیب سے ایک ریشمی رومال نکالا اور اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا،''اس کا وزن ایک تولے سے بھی کم ہے۔ ذرا اِسے آنگن کی دیوار کے باہر پھینک کر تو دکھاؤ!''

''یہ بھی کوئی بڑی بات ہے؟'' پہلوان مسکراتے ہوئے بولا''یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے! لو، یہ دیکھو!'' پہلوان نے رومال اُٹھا کر زور سے پھینکا، مگر وہ آنگن کے اندر ہی گر گیا۔

آفندی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

''اب ذرا میری طاقت بھی دیکھو۔ میں اس رومال کے ساتھ ایک پتھر بھی آنگن کی دیوار کے باہر پھینک سکتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اُنہوں نے زمین سے انڈے جتنا پتھر اُٹھایا اور رومال سے لپیٹ کر دیوار کے باہر پھینک دیا۔

''اب بولو، کون زیادہ طاقتور ہے؟ تم یا میں؟'' آفندی نے چٹکی لی۔

پہلوان اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

منافقت

قاضی نے ایک دن آفندی سے پوچھا:

''آفندی، لوگ منہ پر تو میری خوب تعریفیں کرتے ہیں، لیکن پیٹھ پیچھے گالیں دیتے ہیں۔ اس کی کیو وجہ ہے؟''

''قاضی صاحب،'' آفندی نے کہا،''یہ معمولی سی بات بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی؟''

''نہیں۔''

''اچھا تو سنئے، میں آپ کو بتاتا ہوں،'' آفندی نے سرد لہجے میں کہا،'' آپ کہتے کچھ اور کرتے کچھ ہیں، آپ کا عمل منافقانہ ہے، اس لیے لوگ بھی آپ کے ساتھ منافقت کرتے ہیں۔''

دعا اور بددعا

جن دنوں آفندی موچی کا کام کرتے تھے، ایک مولوی ان کے پاس آیا اور کہا:

''آفندی بھائی، میرے جوتے کا تلا اُکھڑ گیا ہے۔ ذرا اس کی مرمت تو کر دو۔ میں تمہارے حق میں خدا سے دعا کروں گا۔''

''معاف کیجیے۔ مولوی صاحب، مجھے اس وقت فرصت نہیں!'' آفندی نے سر اُٹھائے بغیر جواب دیا، ''آپ اپنا جوتا کسی دوسرے موچی سے ٹھیک کروالیں۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' مولوی نے چیخ کر کہا،''میرا کام تمہیں ابھی کرنا ہوگا، ورنہ میں تمہیں بددعا دوں گا۔ پھر تم پچھتاؤ گے۔''

''واہ!'' آفندی نے ہاتھ روک کر جواب دیا،''اگر آپ کی دعا واقعی اتنی کارآمد ہے، تو خدا سے یہ دعا کیوں نہیں مانگتے کہ آپ کا جوتا کبھی نہ پھٹے؟''

احمق بادشاہ

نیا بادشاہ احمق اور اناڑی تھا۔ دوسرے ملکوں کے ایلچیوں سے ملاقات کرتے وقت وہ ہمیشہ اُلٹی سیدھی باتیں کرتا اور لوگ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوجاتے۔ یوں ملک کا وقار خاک میں ملتا جارہا تھا۔

وزیروں کی سفارش سے بادشاہ نے عقلمند آفندی کو اپنا مشیر بنالیا۔ آفندی نے تجویز پیش کی:

''عالیجاہ، آئندہ جب کوئی ایلچی آپ سے ملاقات کرنے آئے گا، تو میں آپ کے پاؤں سے ایک ڈوری باندھ دوں گا۔ اگر آپ کی باتیں ٹھیک ہوں گی، تو میں چپ چاپ کھڑا رہوں گا اور اگر آپ کی باتیں گدھے

کے ہونٹوں اور گھوڑے کے جبڑوں کی طرح ہم آہنگ نہیں ہوں گی، تو میں فوراً ڈوری کھینچ دوں گا۔ اشارہ پاتے ہی آپ چپ ہو جائیں۔''

بادشاہ کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور آفندی کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

''تمہاری تجویز واقعی بہت اچھی ہے!''

دوسرے دن، پڑوسی ملک کا ایک ایلچی بادشاہ سے ملاقات کرنے آیا تو بادشاہ نے اُس سے پوچھا:

''آپ کے ملک میں کُتے بلیوں کا کیا حال ہے؟ بھیڑ بکریوں کی صحت کیسی ہے؟......''

بادشاہ کی انٹ شنٹ باتیں سن کر آفندی نے فوراً ڈوری کھینچ دی اور بڑے ادب کے ساتھ ایلچی سے وضاحت کرنے لگے:

''جناب، ہمارے بادشاہ بہت بڑے عالم ہیں۔ ان کی بات کا مفہوم بڑا گہرا ہوتا ہے اور عام آدمی آسانی سے نہیں سمجھ سکتا۔ 'کتے بلیوں' سے ان کی مراد آپ کے ملک کے فوجی اور غیر فوجی افسر اور 'بھیڑ بکریوں' سے مراد آپ کے ملک کے عوام ہیں۔''

یہ سنتے ہی ایلچی کھڑا ہو گیا اور کورنش بجالاتے ہوئے بولا:

''عالیجاہ، آپ کی دانائی سچ مچ قابلِ تعریف ہے!''

ایلچی کی بات سُن کر بادشاہ آفندی کی طرف مڑا اور ڈانٹ کر کہا:

''ارے، اُلو کے پٹھے! اگر میری بات کا اتنا ہی گہرا مفہوم تھا، تو تُو نے میرے پاؤں میں بندھی ڈوری کیوں کھینچی!''

بادشاہ کا چہرہ

آفندی بادشاہ کے محافظ مقرر ہوئے تو ایک دن بادشاہ نے بھویں سکیڑ کر کہا:

''کل میں نے آئینہ دیکھا تو پتا چلا کہ میں واقعی بے حد بدصورت ہوں۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ آئینے میں اپنا چہرہ نہیں دیکھوں گا!''

''عالیجاہ!'' آفندی نے جواب دیا، ''آپ نے اپنی صورت صرف ایک بار دیکھ کر ہی دوبارہ دیکھنے سے انکار کر دیا، مگر کبھی یہ بھی سوچا کہ میں جو روزانہ دس پندرہ مرتبہ آپ کی صورت دیکھتا ہوں، تو مجھ پر کیا گزرتی ہو گی!''

اڑنے والا گھوڑا

بادشاہ نے آفندی سے پوچھا:

''آفندی، بہت دنوں سے میری خواہش ہے کہ آسمانوں پر اُڑ کر پوری دنیا کی سیر کروں۔ میں دنیا کے پہاڑ، دریا، شہر، دیہات، جنگل اور میدان دیکھ کر اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ یہ تمنا پوری ہو۔

''یقیناً بتا سکتا ہوں، جہاں پناہ!'' آفندی نے جواب دیا۔

یہ سن کر بادشاہ کی باچھیں کھل گئیں، ''تم واقعی بڑے عقلمند ہو! بتاؤ، کون سے ترکیب ہے؟''

''آسمان پر پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں عالیجاہ، بشرطیکہ آپ میں صبر کا مادہ ہو،'' آفندی کہنے لگا، ''آپ اپنا کمیت گھوڑا مجھے دے دیجیے۔ میں اس پر سوار ہو کر دور دراز کے ایک پہاڑ سے ایک خاص بوٹی لاؤں گا، جسے کھا کر گھوڑے کے پر نکل آئیں گے۔ تب آپ اس پر سوار ہو کر اپنی تمنا پوری کر لیں۔ لیکن آنے جانے میں مجھے ایک سال لگ جائے گا۔ کیا آپ انتظار کر سکتے ہیں؟''

''ہاں آفندی، ایک سال تو کیا، اس کے لیے میں تین سال بھی انتظار کر سکتا ہوں!''

بادشاہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اُس نے محافظ کو حکم دیا کہ کمیت گھوڑا فوراً آفندی کے حوالے کر دیا جائے اور انعام کے طور پر اسے بہت سا سونا چاندی بھی دیا جائے۔

آفندی گھوڑا لے کر گھر آ گئے اور بیوی سے کہا، ''جاؤ ایک چھرا تو لے آؤ۔ آج ہمیں کھانے کے لیے کافی گوشت مل گیا ہے۔''

بیوی نے ساری بات سنی، تو ہنسی نہ روک پائی مگر ساتھ ہی کچھ پریشان ہوئی اور کہنے لگی، ''تم خواہ مخواہ یہ آفت کیوں مول لے رہے ہو؟''

''اس دنیا میں اگر ہم آفتوں سے ڈرتے رہے، تو کھانے کو گوشت نہیں مل سکے گا۔'' آفندی نے بیوی کو سمجھاتے ہوئے گھوڑے کے گلے پر چھری پھیر دی۔

تقریباً ایک سال بعد آفندی شاہی محل میں واپس پہنچے تو اُنہیں دیکھتے ہی بادشاہ نے مسکرا کر پوچھا:

''آفندی، تین دن بعد ایک سال پورا ہونے والا ہے۔ کیا میرے گھوڑے کے پر نکل آئے ہیں؟''

''ہاں، جہاں پناہ!'' آفندی نے داڑھی ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''تم نے واقعی کمال کر دکھایا!'' بادشاہ خوشی سے اچھل پڑا، ''گھوڑے کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟''

''میں اُسے ساتھ لا رہا تھا،'' آفندی کے لہجے میں دُکھ جھلکنے لگا، ''لیکن وہ راستے میں ہی پر پھڑ پھڑاتا ہوا اُڑ گیا۔''

یہ سُن کر بادشاہ صدمے سے بے ہوش ہو گیا۔

''خدا حافظ، عالیجاہ!'' یہ کہتے ہوئے آفندی محل سے باہر نکل آئے۔

انوکھا نسخہ

آفندی ایک اچھے حکیم بھی تھے۔ ایک بار ایک موٹا سوداگر اُن کے پاس آیا اور مسکراتے ہوئے بولا:

''آفندی، میں مٹاپے سے بڑا پریشان ہوں۔ کیا تم اس کا کوئی علاج کر سکتے ہو؟''

''آفندی نے سوداگر کو بڑے غور سے دیکھا اور نسخہ لکھ کر تھما دیا۔ نسخے میں لکھا تھا: ''آپ پندرہ دن کے اندر اندر مر جائیں گے۔''

یہ انوکھا نسخہ پڑھ کر سوداگر کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ وہ جیسے تیسے گھر پہنچا اور پلنگ پر گر گیا۔ غم کے مارے اُس کا کھانا پینا حرام ہو گیا۔ پندرہ دن کے اندر اندر اُس کی ساری چربی غائب ہو گئی اور جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ گیا۔

جب پندرہ دن بیت گئے، تو وہ پھر آفندی کے پاس آیا اور جھنجھلا کر کہا، ''آفندہ، تم نے مجھے دھوکا کیوں دیا؟ تم نے کہا تھا کہ میں پندرہ دن کے اندر اندر مر جاؤں گا۔ لیکن دیکھو میں اب بھی زندہ ہوں!''

''زیادہ چالاکی نہ دکھایئے، جناب!'' آفندی نے سنجیدگی سے جواب دیا، ''میرے اس نسخے کی بدولت ہی تو آپ کی فالتو چربی سے چھٹکارا ملا ہے، نکالیے، جلدی میری فیس!''

لیجیے اور دیجیے کا فرق

ایک بار ایک امام تالاب کے کنارے وضو کر رہا تھا۔ اکبارگی اس کا پاؤں پھسلا اور وہ تالاب میں گر پڑا۔ کنارے پر کھڑے کئی لوگ اُسے بچانے کے لیے ہاتھ بڑھا کر چیخنے لگے ''امام صاحب، اپنا ہاتھ دیجیے، ہم آپ کو باہر کھینچ لیں گے۔

لیکن امام نے ہاتھ نہ بڑھایا۔

اس پر آفندی نے چلا کر کہا، ''بھائیو، امام صاحب نے اپنی زندگی میں صرف دوسروں سے لینا سیکھا ہے، کسی کو کچھ دینا نہیں جانتے!'' پھر اُنہوں نے امام کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا، ''امام صاحب، میرا ہاتھ لیجیے، میں آپ کو باہر کھینچ لوں گا!''

یہ سُنتے ہی امام نے ہاتھ پکڑ لیا اور آفندی نے اُسے کھینچ لیا۔